اِن هِیَ اِلَّا اَسماءٌ سَمَّیتُمُوھَا اَنتُم وَآبَاؤُکُم
برائے نام
سعید
از قلم: محقق زماں مفتی محمد چمن زمان نجم القادری
رئیس جامعة العین للعلوم الاسلامیه سکھر

شہ سرخیاں:

- ورثۃ الانبیاء ابھی باقی ہیں
- علماء کے دو گروہ
- علمائے سوء کا مصداق
- برائے نام اشرف و سعید کردارِ فاروقی کے آئینے میں
- برائے نام اشرف کا کردار
- برائے نام سعید کا کردار
- دجالیت میں اشتراک
- برائے نام اشرف و اسعد کا بغضِ آلِ پاک میں اشتراک
- حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو
- پروفیسر صاحب کا ردِ عمل اور بدترین تلبیس
- حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو پر تبصرہ
- عظمتِ خونِ رسول ﷺ کی بابت ابنِ سیرین کا مذہب
- صحابیت اور آلِ رسول ﷺ ہونا، ہر دو بے مثال شرف
- حضرت قبلہ شاہ جی کا صحابہ سے اندازِ عقیدت

- فرقِ مراتب
- دیوبندیوں پہ کرم سیدوں پہ ستم
- مدینہ مشرفہ میں امام زین العابدین کا مکان
- ولایت، مولا علی کے دامن میں
- شیخِ مجدد علیہ الرحمۃ کی گواہی
- برائے نام سعید کے تبصرہ کا جائزہ
- پروفیسر صاحب کی بدنیتی
- دوہری بدنیتی
- مولوی سعید کا ظلم
- قبلہ شاہ جی سے تکلیف کا سبب
- امام علی زین العابدین اور مولا علی میں خلط
- ممکنہ دھوکا کا ازالہ
- پھر دھوکا
- پروفیسر صاحب کی انتہائی گھٹیا حرکت

- پروفیسر صاحب کا یہودیانہ رویہ
- یہودیانہ روش کا تسلسل
- پروفیسر صاحب کا دوہرا معیار
- پروفیسر صاحب کی علمی اوقات
- مسلمانو! سازش سمجھو
- پروفیسر کا امام حسن پہ بہتان
- آلِ پاک کی گستاخی سب سے آسان
- جگر گوشہِ رسول ﷺ کی گستاخی
- سعید اسعد، اشرف دجالی کا حامی
- صلح کا مذکورہ بالا نقشہ، مدحت یا مذمت؟
- پروفیسر صاحب کا بدترین جھوٹ اور بددیانتی
- پروفیسر صاحب کی بدنیتی کی ایک اور دلیل
- پروفیسر سعید کا ایک اور بہتان
- تحریری مناظرہ کی دعوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام نے علماء کی بڑی شان و عظمت بیان کی ہے۔ قرآنِ عظیم کی کئی آیات علماء کی شان میں ناطق ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حبیب ﷺ نے علماء کو انبیائے کرام کا وارث قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر علماء کے لیے کیا اعزاز ہو سکتا ہے کہ ان کی شان خالقِ کائنات سبحانہ وتعالیٰ خود بیان فرمائے اور اس کے حبیب ﷺ اپنی زبانِ حق سے ان کی عظمتوں کے تذکرے فرمائیں۔

لیکن اس عظمت و شان کے باوجود علماء میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی شرع شریف نے انتہائی مذمت فرمائی ہے۔

گفتگو کے اختصار کی خاطر یہاں صرف ایک روایت ذکر کرنا چاہوں گا۔

زیرِ فلک، سب سے بدتر:

حضرت سیدنا مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا شیر خدا اکرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ

قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا وقت آن پہنچے کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے۔ اور قرآن کے محض نقوش۔ مسلمانوں کی مسجدیں آباد ہونے کے باوجود ہدایت سے ویران

ہوں گی۔ مسلمانوں کے علماء زیرِ آسمان سب سے بدتر ہونگے۔ انہیں علماء سے فتنہ نکلے گا اور انہی کے اندر واپس لوٹے گا۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال5 /377، شعب الایمان ح1909، مشکاۃ المصابیح ح276)

اسی سے ملتی جلتی روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مرفوعا مروی ہے۔

(الغرائب الملتقطہ من مسند الفردوس ح1717)

حضرت معاذ سے بھی اس کے ہم معنی مروی ہے۔

(الغرائب الملتقطہ من مسند الفردوس ح1718)

اور مولائے کائنات علیہ السلام سے موقوفا مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ، وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ، مَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى، عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ، مِنْهُمْ خَرَجَتِ الْفِتْنَةُ، وَفِيهِمْ تَعُودُ

عنقریب لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ اسلام سے نام کے سوا کچھ نہ بچے گا اور نہ ہی قرآن سے نقوش کے سوا۔ ان کی مسجدیں آباد ہوتے ہوئے ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء زیرِ آسمان سب سے بدتر لوگ ہوں گے۔ انہیں سے فتنہ نکلے گا اور انہیں کے اندر پلٹے گا۔

(العقوبات لابن ابی الدنیا ح 8، المجالسۃ وجواہر العلم ح 519، السنن الواردۃ فی الفتن للدانی ح232، شعب الایمان ح1908، الکامل فی ضعفاء الرجال5 /377)

ورثۃ الانبیاء ابھی باقی ہیں:

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اہلِ علم کے بیچ آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کا کردار لائقِ تقلید ہے۔ جن کی زندگیاں راہِ حق کے راہیوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ جو آج بھی انبیاءِ کرام علی نبینا و علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں۔ جو آج بھی:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴾[فاطر: 28]

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کما حقہ ڈرنے والے تو علماء ہی ہیں۔

کا مصداق ہیں۔

آج بھی جن کی شخصیات کے ساتھ:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾[الزمر: 9]

اے حبیب پیارے! آپ فرما دیجیے!

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟

یہ اعزاز ان کی شخصیات کے ساتھ پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہے۔

یہود و نصاری کی پیروی:

لیکن رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ

تم ضرور اپنوں سے پہلوں کے طریقوں کی پیروی کروگے۔ بالشت بالشت اور ذراع ذراع۔ حتی کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی کروگے۔

(صحیح بخاری ح3456، 7320، صحیح مسلم2669)

علمائے یہود:

اور ہم سے پہلوں کی حالت کو بیان کرتے ہوئے قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيقًا يَلۡوُونَ أَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتَابِ لِتَحۡسَبُوهُ مِنَ الۡكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ﴾[آل عمران: 78]

ان لوگوں میں سے ایک گروہ وہ ہے جو کتاب سے متعلق اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب سے سمجھو۔ حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے نہیں ہے۔ اور وہ جانتے ہوئے ذاتِ باری تعالی پہ جھوٹ بولتے ہیں۔

ہم سے پہلوں کے بارے میں یہ فرمانِ باری عزاسمہ بھی ہماری رہنمائی فرمارہا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الۡأَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَأۡكُلُونَ أَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنۡ سَبِيلِ اللَّهِ﴾[التوبة: 34]

اے ایمان والو!

بے شک بہت سے علماء اور درویش لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالی کے رستے سے روکتے ہیں۔

علماء کے دو گروہ:

پس جیسے اس زمین پر ایسے علماء موجود ہیں جو انبیائے کرام کے وارث کہلانے کے حقدار ہیں۔ ویسے ہی اس امت میں ایسے علماء بھی پیدا ہو چکے ہیں جو زمین کی سب سے بدترین مخلوق" کہلانے کے مستحق ہیں۔

علمائے سوء کا مصداق:

رہا یہ سوال کہ وہ کون سے علماء ہیں جو "شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" کہلانے کے لائق ہیں؟

تو اس سلسلے میں:

سب سے پہلے میں اس شخص کی جانب اشارہ کروں گا جس بد بخت نے خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کے دفاع کے نام پر سیدۂ کائنات سیدۃ نساء العالمین جگر گوشۂ رسول ﷺ کی گستاخی کی۔

وہ ہستی جن کی خوشی رسول اللہ ﷺ کی خوشی۔۔۔ جن کی تکلیف رسول اللہ ﷺ کی تکلیف۔۔۔ جن کی تعظیم رسول اللہ ﷺ کی تعظیم۔۔۔ جن کی بے ادبی رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی۔

لیکن اس بد بخت نے اپنی ناپاک زبان سے اس ہستی کو بھی نہ چھوڑا۔

جب اس بد بخت کو اس کی اس غلطی پر متنبہ کیا گیا تو بجائے اس کے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتا۔ اس شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ نے اپنے آپ کو درست ثابت کرنے کے لیے اپنے کمینے شاگردوں اور خبیث النفس پیروکاروں کی مدد سے گمراہی اور گمراہ گری کا ایسا جال بچھایا کہ اچھے خاصے سمجھدار لوگوں کا بھی توفیقِ خداوندی کے بغیر اس گمراہی سے بچ پانا دشوار نظر آنے لگا۔

میں اِس بد بخت کا قصہ یہاں طویل نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ یہاں میں اُس شخص کے بارے میں چند جملے کہنا چاہتا ہوں جو "برائے نام سعید" ہے۔ جیسے گستاخِ جگر گوشۂ

رسول ﷺ برائے نام اشرف لیکن در حقیقت "ارذل" ہے۔ یونہی جس شخصیت کے بارے میں سطورِ ذیل میں گفتگو کرنا چاہ رہا ہوں وہ بھی "سعید" ہیں بلکہ "اسعد" ہیں لیکن یہ سب کچھ برائے نام ہے۔

بندہ اس سلسلے میں "**گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں**" اور "**مشتے نمونہ از خروارے**" میں کسی قدر گفتگو کر چکا ہے۔ لہذا یہاں اسی گفتگو کا اعادہ کر کے بات کو طول نہیں دینا چاہتا۔

البتہ مزید چند امور اور آخر میں اس سلسلے کا اصولی حل پیش کرنا چاہوں گا۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

برائے نام اشرف وسعید
کردارِ فاروقی کے آئینے میں:

حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی شخصیت کے حوالے سے ایک مشہور واقعہ علماء وخطباء بیان کرتے رہتے ہیں:

ایک بار حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے خطبہ دینا چاہااور حالت آپ کی یہ تھی کہ آپ کے بدن پر دو چادریں تھیں۔ آپ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا تَسْمَعُونَ؟

اے لوگو! کیا تم سن رہے ہو؟

حضرت سلمان رضی اللہ تعالی عنہ جو وہاں موجود تھے۔ گویا ہوئے:

لَا نَسْمَعُ

ہم نہیں سننا چاہتے۔

حضرت عمر نے فرمایا:

وَلِمَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ؟

اے ابو عبد اللہ! کیوں؟

حضرت سلمان نے فرمایا:

إِنَّك قَسَّمْت عَلَيْنَا ثَوْبًا ثَوْبًا وَعَلَيْك ثَوْبَانِ

آپ نے ہمارے بیچ ایک ایک کپڑا بانٹا ہے اور آپ کے اوپر تو دو چادریں ہیں۔

حضرت عمر نے فرمایا:

لَا تَعْجَلْ

جلدی نہ کرو۔

پھر حضرت عمر نے آواز دی:

يَا عَبْدَ اللَّهِ، يَا عَبْدَ اللَّهِ

اے عبد اللہ! اے عبد اللہ!

لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔

پھر حضرت عمر نے پکارا:

يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

اے عبد اللہ بن عمر!

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس انداز میں آواز دی تو حضرت عمر کے بیٹے جنابِ عبد اللہ فورا بولے:

لَبَّيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

اے امیر المؤمنین! میں حاضر!

حضرت عمر نے فرمایا:

نَشَدْتُك اللَّهَ الثَّوْبُ الَّذِي ائْتَزَرْتُ بِهِ أَهْوَ ثَوْبُكَ؟

میں تجھے اللہ سبحانہ وتعالی کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کپڑے کو میں نے بطورِ تہبند استعمال کیا ہے، کیا وہ تمہاری چادر ہے؟

حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا:

نَعَمْ، اللَّهُمَّ نَعَمْ

ہاں! اللہ کی قسم! ہاں۔

جب حضرت سلمان نے یہ ساری بات سنی تو فرمایا:

أَمَّا الْآنَ فَقُلْ نَسْمَعْ

اب کہو! ہم سنتے ہیں۔

(عیون الاخبار للدینوری 1 /118، تعلیق من امالی ابن درید ص 152، نثر الدر فی المحاضرات للآبی 2 /22، التذکرۃ الحمدونیۃ لابن حمدون 1 /128، صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی1 /204، تخریج الدلالات السمعیۃ للخزاعی ص402)

قارئینِ کرام!

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ امیر المؤمنین تھے۔ جبکہ حضرت سلمان فارسی کا شمار حضرت عمر کی رعایا میں ہوتا تھا۔

بات قابلِ غور ہے:

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ پورے عالمِ اسلام کے بادشاہ اور خلیفہ راشد ہیں اور حضرت سلمان ان کی رعایا کے ایک فرد ہو کر ان سے سوال کرتے ہیں تو حضرت سیدنا عمرِ فاروق یہ نہیں کہتے:

میں امیر المؤمنین ہوں۔۔۔ میں عشرہ مبشرہ میں سے ہوں۔۔۔ میں مہاجرین سے ہوں۔۔۔ میں سابقین اولین سے ہوں۔۔۔ مجھ سے سوال کرنے کے لیے کسی سلطنت کا بادشاہ ہونا چاہیے۔ کوئی سابقین اولین اور مہاجرین کا فرد ہونا ضروری ہے۔ میرا یہ سٹیٹس اور معیار ہے۔۔۔ اس لیول کا کوئی شخص مجھ سے پوچھے تو میں اس کو جواب دوں گا۔ سلمان کو جواب دینے کے لیے میرے نوکر چاکر اور غلام باندیاں ہی کافی ہیں۔

سوال حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی شخصیت اور آپ کے کردار کے

بارے میں تھا۔ اور سوال بھی اصولی تھا۔ لہذا اس سوال کا جواب حضرت سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے خود دینا ضروری سمجھا اور خود ہی دیا۔

قارئینِ کرام!

یہ ہے کردارِ فاروقی اور یہی ہے اصولی طریقہ۔ کیونکہ اگر مسئلہ کو حل کرنا ہے اور عوام المسلمین کو بے جا تشویش سے بچانا ہے تو اصولی طریقہ اپنانا ضروری ہے۔ اور اگر اپنے نام ونمود کو برقرار رکھنے کے لیے رہبری کے نام پہ رہزنی کرنی ہے تو پھر میدان وسیع ہے۔ اور جب ہم "برائے نام اشرف" اور برائے نام سعید" کے کردار کی جانب نظر ڈالتے ہیں تو یہ دونوں ہی ہمیں اصولی رستے کے بجائے رہبری کا عنوان دے کر رہزنی کے وسیع میدان میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

برائے نام اشرف کا کردار:

اس رذیل شخص کا قصہ تو بہت طویل ہے لیکن یہاں بالاختصار چند جملوں نذرِ قارئین کروں گا۔

جون 2020ء میں بندہ کو ارذل برائے نام اشرف (دجالی) کی گستاخی کی اطلاع ہوئی۔ بعد ازاں وہ شخص اسی گستاخی کی پاداش میں جیل چلا گیا۔ جیل سے واپس آکر اس نے ہر سو مناظرہ مناظرہ کی رٹ شروع کر دی۔

18 جنوری 2021ء بروز سوموار کو بندہ کا جامعہ عربیہ امام العلوم اڈا لائل پور لنجاری تحصیل کہروڑ پکا ضلع لودھراں میں خطاب تھا۔ دورانِ خطاب بندہ نے برائے نام اشرف جو حقیقتا ارذل دجالی ہے، اسے مخاطب بناتے ہوئے مناظرہ کا چیلنج کیا اور ا

فروری 2021ء یعنی پندرہ دن تک کا وقت دیا۔

اس چیلنج کو اس لنک پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

https://fb.watch/hIsIHv8l-s/

پھر 19 جنوری 2021ء کو مناظرہ کے موضوعات وغیرہ باقاعدہ طور پر لکھ کر بذریعہ ٹی سی ایس برائے نام اشرف (دجالی) کی جانب روانہ کر دیئے۔ جس کی تفصیلات اس لنک پہ ملاحظہ کی جا سکتی ہیں:

https://web.facebook.com/muhammadchamanzaman/posts/pfbid03izUVTk4zipgskSddft4CwgoCBF4YrwEb4WkUT1EcQuXityc1sNwcCtzUTX3Yq4Tl

بندہ نے پہلے دن ہی یہ شرط رکھی کہ:

مناظرہ برائے نام اشرف (دجالی) خود کرے گا۔

اس شرط کو بھی مذکورہ بالا لنک پہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

برائے نام اشرف (دجالی) جانتا تھا کہ وہ میدانِ مناظرہ میں اپنی گستاخی کو کبھی بھی درست ثابت نہیں کر سکتا۔ اس کو یقین تھا کہ اسے میدانِ مناظرہ میں ناک رگڑ کر ہی واپس جانا پڑے گا۔

اگر وہ سطورِ بالا میں مذکور کردارِ فاروقی اپناتا تو یقیناً اہلِسنت کی صفوں میں در آنے والے افتراق وانتشار، تشویش و خلفشار کا کسی قدر سامان ہو جاتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی برائے نام اشرف (دجالی) کی شکست پورے عالم پہ آشکار ہو جاتی۔ لہٰذا اس نے امیر المؤمنین

سیدنا عمرِ فاروق کو خلیفہ راشد کہنے اور پھر:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

یعنی میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت مضبوطی سے تھام لو۔

یہ نعرہ لگانے کے باوجود کردارِ فاروقی سے مکمل احتراز برتا اور عوامِ اہلِسنت کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے شاگردوں کے پیچھے چھپنے میں ہی عافیت سمجھی۔

سو ایک ایسا مسئلہ جس کو کردارِ فاروقی کی پیروی کرتے ہوئے جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا تھا۔ اب امتِ مسلمہ کے سینے میں ایک ایسے ناسور کی صورت اختیار کر چکا ہے، جس سے شفایابی محالاتِ عادیہ سے نظر آتی ہے۔

برائے نام اشرف (دجالی) الاپتا رہا کہ:

اس کا جواب اس کے شاگرد دیں گے۔ اور شاگرد بھی وہ جو الف کو کھونٹا اور "ب" کو کھرلی کہنے والے ہیں۔

قارئینِ ذی قدر!

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ:

اگر اس برائے نام اشرف میں امتِ مسلمہ کی خیر خواہی کا معمولی بھی جذبہ ہوتا تو احتساب سے جان چھڑانے کے بجائے خود اپنے آپ کو برائے احتساب پیش کرتا۔ تاکہ امتِ مسلمہ میں نمودار ہونے والا مسئلہ حل ہو جاتا اور بحث کسی منطقی انجام تک پہنچتی۔

لیکن اپنے نام و نمود کی بقا کی خاطر وہ ہر میدان سے بھاگا۔ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر شاگردوں کا سہارا لیتا رہا۔

محترم قارئین!

کیا یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے بلند مرتبہ ہے؟

اگر خلیفہ ثانی، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے سوال ہو سکتا ہے۔ اور رعایا کا ایک فرد ان سے سوال کرے تو وہ محاسبہ سے جان چھڑانے کی خاطر اپنے خدام اور نوکروں چاکروں کے پیچھے نہیں چھپتے تو:

کیا اس شترِ بے مہار کا محاسبہ نہیں ہو سکتا؟

اور کیا اس سے اربابِ علم میں سے کوئی سوال کرنا چاہے تو محاسبہ سے بچنے کے لیے اپنے شاگردوں کے پیچھے چھپنا اصولی، اخلاقی اور شرعی اعتبار سے جائز ہو سکتا ہے؟

قارئین!

انصاف سے کہیے گا۔۔۔!!!

کیا یہ ہیں وہ لوگ جو انبیاء کے وارث ہیں؟

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

یہ لوگ تو ایک باکردار مسلمان کی برابری نہیں کر سکتے۔ ایک اصولی اور انصاف پسند انسان کے کردار سے کہیں دور بدکرداری اور بدعنوانی کی کسی گہری کھائی میں پڑے ہیں۔۔۔ کیا انہیں "وارثِ انبیاء" کہنا اس عظیم منصب کی سراسر توہین نہیں؟

بلاشبہ یہ شخص "وارثِ انبیاء" کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ "شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" کے گروہ کا سردار اور سرغنہ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔

برائے نام سعید کا کردار:

جب ہم برائے نام "سعید اسعد صاحب" کے کردار کی جانب آتے ہیں تو یہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے۔

بندہ نے "**گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں**" اور "**مشتے نمونہ از خروارے**" کے اندر برائے نام سعید صاحب کی ناصبیت اور دیوبندیت، وہابیت نوازی کی کئی مثالیں پیش کیں۔ اور پروفیسر سعید اسعد صاحب سے ان کا جواب طلب کیا۔

"گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں" کو پی ڈی ایف فارمیٹ میں یہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے:

https://archive.org/details/ghar-ya-ghaat-koi-ek-chun-len

"مشتے نمونہ از خروارے" اس لنک پر موجود ہے:

https://archive.org/details/mushtey-namoona-az-kharwarey

قارئینِ کرام!

صرف راقم الحروف نہیں۔ اہلِسنت کی تمام مسئول شخصیات اس بات کا حق رکھتی ہیں کہ اگر اہلِسنت کے نام پر کسی غیر سنی فکر کو پھیلانے کی کوشش کی جائے تو وہ متعلقہ شخص سے جواب طلبی کر سکیں۔ اور کردارِ فاروقی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ شخص ان سوالات کا

جواب دے یا کوئی اصولی حل پیش کرے۔
لیکن جیسے برائے نام اشرف جانتا ہے کہ میدانِ مناظرہ میں ذلت ورسوائی کے علاوہ اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ بالکل ایسے ہی برائے نام سعید اسعد صاحب بھی جانتے ہیں کہ راقم الحروف کی جانب سے قائم کردہ سوالات کے جوابات میں موصوف کی رہی سہی بھی جاتی رہے گی۔
لہذا اپنے پیٹی بھائی کی روش اپناتے ہوئے، جیسے برائے نام اشرف (دجالی) نے شاگردوں کے پیچھے چھپنے میں عافیت جانی، یونہی برائے نام سعید صاحب نے بھی شاگردوں کو ہی"شیئا للہ" کہہ کر آواز دے ڈالی۔
پہلے ایک شاگرد کو سامنے کیا۔ پھر دوسرے شاگرد کو سامنے کیا۔ ان شاگردوں کی علمی حالت برائے نام اشرف (دجالی) کے شاگردوں سے بہتر نہ تھی۔ لیکن وہ بندہ کو باور کروانے کی کوشش کر رہے تھے کہ پروفیسر سعید اسعد صاحب اُس چوٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں جس پر پہنچنے کے لیے انسان کو عرش سے بھی پرے جانا پڑتا ہے۔
قارئینِ ذی قدر!
فیصلہ آپ خود کریں لیکن میرا سوال بس اتنا ہے:
جرم اشرف آصف دجالی کا۔۔۔ پھر اس سے کیوں نہیں پوچھا جا سکتا؟
گمراہ گری پروفیسر سعید اسعد صاحب کی۔۔۔ تو ان سے سوال کیوں نہیں ہو سکتا؟
کیا یہ حضرات مقامِ فاروقی سے بھی اونچے ہیں کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق سے تو پوچھا جا سکے لیکن یہ حضرات سوال کے درجے سے اوپر حیثیت رکھتے ہوں۔۔۔؟؟؟

قارئینِ کرام!

یہ تو خدائی مقام ہے۔ اللہ جل وعلانے اپنی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ [الأنبياء: 23]

وہ کریم جو کرتا ہے، اس سے پوچھا نہیں جاسکتا۔

رہی بات بندوں کی تو ان کی شان یہ بیان فرمائی:

﴿وَهُمْ يُسْأَلُونَ﴾ [الأنبياء: 23]

یعنی بندے سوال کے دائرے سے خارج نہیں۔ ان سے پوچھا جاسکتا ہے بلکہ پوچھا جائے گا۔

اگر برائے نام اشرف اور برائے نام سعید اسعد یہ سمجھتے ہیں کہ "ان سے کوئی پوچھ نہیں سکتا" تو یقین جانیے کہ یہ سراسر خدائی دعوی ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو انسانی درجے سے کہیں اوپر بٹھا چکے ہیں جہاں سے انہیں سارے انسان کیڑے مکوڑے نظر آتے ہیں۔

اور اگر یہ دونوں تاحال اپنے آپ کو انسان سمجھتے ہیں تو اس درجہ پر تو سوال کیا جاسکتا ہے۔ اور سوال اصولی ہو تو یہ حضرات جواب دینے کے بھی پابند ہیں۔۔۔!!!

لیکن یہ جواب تو تب دیں جب ان میں خوفِ خدا ہو۔۔۔ جب ان میں للّٰہیت ہو۔۔۔ جب یہ ان علماء سے ہوں جو وارثِ انبیاء ہیں۔ جو لوگ رہبری کے نام پہ رہزنی کو فرض سمجھ کر نبھاتے ہوں۔۔۔ وہ کب اس امت کو چین کا سانس لینے دے سکتے ہیں؟ اور وہ کب چاہیں گے کہ امت میں ظاہر ہونے والے مسائل کسی منطقی انجام پہ پہنچ پائیں؟

تکلیف دہ جملہ:

گزشتہ دنوں گیارہویں سالانہ عزتِ رسول وبتول کانفرنس (کاظمیاں شریف) کے لیے سفر کیا۔ برادرم مولانا محمد صادق سومرو ہمراہ تھے۔ دورانِ گفتگو پروفیسر سعید اسعد صاحب کے رویے کے حوالے سے گفتگو چلی تو مولانا محمد صادق سومرو صاحب نے مجھ سے کہا:

استاذ صاحب! ایسا لگتا ہے کہ للّٰہیت، خوفِ خدا اور اصول پسندی رخصت ہو چکی ہے۔

کہنے کو تو یہ ایک جملہ تھا لیکن ایسا لگا جیسے بدن سے روح کھینچ لی گئی ہو۔

وہ علماء جو رہبری کے عظیم منصب کے اہل ہیں۔۔۔ وہی رہزنی میں مصروف ہیں۔

وہ علماء جو ہدایت کے ستارے ہیں۔۔۔ وہی گمراہ گری کے پرستار بن چکے ہیں۔

وہ علماء جنہوں نے امت کے مسائل کو حل کرنا تھا۔۔۔ انہوں نے ہی امت کو مسائل سے دوچار کر رکھا ہے۔

وہ علماء جو اصول سکھانے اور ان کی پابندی کی تعلیم دینے والے تھے۔۔۔ وہ اصول توڑنے اور ان کی پائمالی میں مصروف ہیں۔

؎ چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

مذکورہ بالا دونوں شخصیات کے کردار کو دیکھ کر یہ کہنا بے جا نہیں کہ:

بہت سے وہ لوگ جو "وَرَثَۃُ الْأَنْبِيَاء" کے منصب کے اہل تھے۔ وہ "شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" کے مقام تک گر چکے ہیں۔ اور اب:

مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ

فتنہ کی ابتداء بھی وہ علماء ہیں اور فتنہ کی انتہاء بھی وہی علماء ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دجالیت میں اشتراک:

قارئینِ کرام!

اصول پسندی اور کردارِ فاروقی کی پائمالی کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا دونوں بھائی دجالیت میں بھی ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ برائے نام اشرف ہو یا برائے نام سعید اسعد صاحب۔۔۔ دونوں ہی بدترین مدلس وملبس ثابت ہوئے ہیں۔

برائے نام اشرف (دجالی) نے جگر گوشۂِ مصطفی ﷺ کی جانب – جن کی بے ادبی رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی ہے – مجمعِ عام میں برسرِ منبر سخت برے انداز میں بغیر کسی قید کے خلافِ واقع خطا اور غلطی کی نسبت کی۔

جب اس رذیل پر گرفت کی گئی تو اس نے سوشل میڈیا کے زور پر یہ باور کروانا شروع کر دیا کہ:

یہ جھگڑا مسئلہ عصمت کا ہے۔

وہ جانتا تھا اور جانتا ہے کہ اصل مسئلہ میں وہ کبھی بھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا "دجالیت" کو "المدد" کہنا ضروری سمجھا اور تقریر و تحریر سے یہ باور کروانا شروع کر دیا کہ مسئلہ بے ادبی کا نہیں بلکہ مسئلہ سیدۃ نساء العالمین کی عصمت کا ہے۔ اور جن اہلِسنت کو اس رذیل پر اعتراض ہے وہ سیدۃ نساء العالمین کی عصمت کے قائل ہیں۔

حالانکہ مسئلۂِ عصمت کا اس مسئلہ سے دور دور تک نہ تعلق تھا اور نہ ہے۔ لیکن یہ اس دور کے ان علماء کی شانِ دجالیت ہے جو "وَرَثَۃُ الْأَنْبِیَاءِ" کے بجائے "شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِیمِ السَّمَاءِ" کے منصب پر براجمان ہیں۔

برائے نام سعید اسعد صاحب نے بھی بندہ کے اعتراضات کے منظرِ عام پہ آنے کے بعد بالکل وہی دجالی روش اپنائی جو ان کے بھائی برائے نام اشرف (دجالی) نے اپنائی۔

بندہ پروفیسر سعید اسعد صاحب کی دجالی شان کی قدرے تفصیلات "**مشتے نمونہ از خروارے**" میں بیان کرچکا ہے، لہذا یہاں ان کا اعادہ کرکے گفتگو کو مزید طویل نہیں کرنا چاہتا۔

برائے نام اشرف واسعد کا بغضِ آلِ رسول ﷺ میں اشتراک:

برائے نام اشرف (دجالی) اور برائے نام سعید اسعد خاندانِ رسول ﷺ کے بغض اور اس خاندِ عالی شان کی تنقیص میں بھی ایسے شریک ہیں جیسے شمر ویزید۔

برائے نام اشرف (دجالی) کا بغض و تنقیصِ خاندانِ رسول ﷺ تو کسی سے ڈھکے چھپے نہیں، لہذا اس کو یہاں موضوعِ سخن نہیں بنانا چاہوں گا۔

سطورِ ذیل میں پروفیسر سعید اسعد صاحب جن کا کردار برائے نام سعید جیسا ہے۔ یہاں ان کی جانب سے خاندان رسول ﷺ سے بغض و تنقیص کے حوالے سے کچھ ذکر کرنا چاہوں گا۔

چونکہ "گھریا گھاٹ کوئی ایک چن لیں" اور "مشتے نمونہ از خروارے" میں اس سلسلے کی پہلی اور دوسری قسط گزر چکی ہے۔ لہذا سطورِ ذیل کو اس سلسلے کی تیسری قسط شمار کیا جائے۔

چند دن پہلے برائے نام سعید صاحب کے آفیشل پیج سے ایک ویڈیو کلپ وائرل ہوا۔ جس میں برائے نام سعید صاحب نے سید السادات پیر سید ریاض حسین شاہ جی قبلہ کو مخاطب بنایا۔ اس مخاطبت میں جس گھٹیا پن اور بیچ پن کا مظاہرہ کیا، وہ کسی غیر یزیدی سے متصور نہیں۔

حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو:

پروفیسر سعید اسعد نے قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے مختلف مقامات کے کلپس کو آپس میں جوڑ کر چلوایا۔ ان کلپس کو جوڑنے کے بعد ان کی مجموعی صورت میں سید السادات قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کی گفتگو کچھ اس طرح ہے:

ایک آدمی کو پکڑ کے میں مدینہ لے گیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ:

رضی اللہ تعالی عنہ میں مانتا ہوں۔ سارے صحابہ کو۔ جلیل القدر ہیں۔ ہم ان کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہیں۔

لیکن فرق تو ہے ناں۔

کہ زین العابدین کا مکان دیکھیں تو پنج مرلے کا ہے۔

اور باقیوں کے قلعے دیکھیں تو چالیس چالیس ایکڑ کے ہیں۔

مجھے بتائیں علی کا ساتھ کون دیتا؟ علی کا ساتھ کون دیتا؟

مجھے قسم اللہ کی! آج بھی اگر کوئی فقیری ہے ناں تو وہ علی کے دامن میں ہے۔

مجدد صاحب نے فرمایا: جو علی اور بارہ اماموں کا قائل نہیں اس کو ولایت مل ہی نہیں سکتی۔

سید السادات قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی دامت برکاتہم العالیہ ودامت فیوضہم القدسیہ کی گفتگو کی بابت ملحوظ رہے۔ جیسا کہ بندہ نے سطورِ بالا میں بھی گزارش کی۔ یہ مختلف مقامات سے کلپس کو جوڑ کر انہیں ایک مسلسل صورت دی گئی ہے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ بغیر کسی وضاحت کے مختلف مقامات کو جوڑ کر ایک تسلسل کی صورت دینا ہی معاملے کو مشکوک کرنے کے لیے کافی ہے۔

اصولی بات:

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر سید السادات قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی کی گفتگو خلافِ حقیقت وواقع ہوتی تو اس پہ گرفت کی جاتی۔ لہجہ بے ادبی والا ہوتا تو اس پر اعتراض کیا جاتا۔ لیکن اگر گفتگو حقیقت اور واقع کے مطابق ہو، لہجے میں مقدس ہستیوں کے لیے کسی قسم کی بے ادبی نہ ہو، تو اب شاہ جی قبلہ کو موردِ طعن بنانا نہ تو انصاف ہے اور نہ ہی مسلمانی۔

لیکن یہ سوچ تو "وَرَثَۃ الْاَنْبِیَاء" کی ہو سکتی ہے۔ "شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" ایسا کیوں سوچیں گے ؟؟؟

پروفیسر صاحب کا ردعمل اور بدترین تلبیس:

پروفیسر سعید اسعد صاحب کو ان جملوں سے اتنی شدید تکلیف ہوئی کہ بغیر کسی کے سوال کیے۔ کلپ سامنے آتے ہی ایک شارٹ سیشن کے ساتھ پردہ سکرین پر آ گئے۔

بغض وعداوت کی انتہا، جو باتیں حضرت قبلہ شاہ جی نے کیں، انہیں تو غلط رنگ دیا ہی دیا۔ جو باتیں شاہ جی قبلہ نے کی ہی نہیں۔ نہ ان کا اشارۃً ذکر ہوا نہ کنایۃً بیان ہوا، نہ وہ موضوع کے موافق و متعلق۔۔۔ پروفیسر سعید اسعد کے بغض نے انہیں اتنا گرا دیا کہ

اپنی جانب سے خود ہی باتیں بنا کر یہ باور کروانے کی کوشش کی جیسے یہ ساری باتیں بھی حضرت قبلہ شاہ جی نے کی ہوں۔

پروفیسر صاحب کی گفتگو:

پروفیسر صاحب بعد از حمد و صلاۃ گویا ہوئے:

کلپ سننے کے بعد میری طبیعت پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ کہ شاہ صاحب کدھر جا رہے ہیں۔ میں رضی اللہ عنہ بھی کہوں گا۔ شان والا بھی مانوں گا۔ ہم ان کے جوتے کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ پھر بہانے بہانے سے ان پر تنقید کرنا۔ یہ شاہ صاحب کے شایانِ شان تو نہیں ہے۔

کیا ان کو اپنے نانا جان کا ارشادِ گرامی یاد نہیں ہے؟ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي

میرے صحابہ پر تنقید نہ کرنا۔

ایک بار نہیں دوبار فرمایا۔

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي

میرے صحابہ پر تنقید نہ کرنا۔

دو مرتبہ فرمایا ہے۔

کیوں؟

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

اس لیے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂِ قدرت میں میں مصطفی کی جان ہے

لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ

اے بعد والو تم میں سے کوئی اگر۔

أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا

کوئی احد پہاڑ کے جتنے سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

یہ تو میرے صحابی نے اگر آدھا کلو جو بھی خرچ کر دیا ہو گا تو بعد والو تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر کے بھی ان کے مقابلہ پر نہیں پہنچ سکتے۔

شاہ صاحب!

آپ جتنا مرضی وعظ کر لیں۔ جتنی مرضی تقریریں کر لیں۔ جتنا مرضی خرچہ کر لیں۔ کیا آپ کسی ایک چھوٹے سے صحابی کے برابر بھی پہنچ سکتے ہیں؟ ان کی برابری تو درکنار۔ کیا انہوں نے جو آدھا کلو جو اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہیں۔ کیا آپ کا درجہ ان کے درجہ سے بڑھ سکتا ہے؟

جب صحابہ کرام کی یہ عظمت ہے۔ اور آپ خود کہتے ہو کہ شان والے ہیں وہ۔ اور میں رضی اللہ عنہ بھی۔۔۔ اللہ جس سے راضی ہو جائے۔ پھر آپ اس سے کیوں ناراض ہو بھئی؟ شاہ صاحب آپ کو سوچنا چاہیئے۔

پھر آپ طعنے دیتے ہو کہ چالیس چالیس ایکڑ پر محیط ان کے قلعے تھے۔ اور امام زین العابدین کا مکان پنج مرلے کا تھا۔ یہ آپ کیا لوگوں کو تاثر دینا چاہتے ہو؟

کیا نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ بیت المال کھانے والے تھے ؟
کیا صحابہ کرام۔ کیا آپ کو پتا نہیں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے زندگی کس طرح گزاری۔ بیت المال سے کتنا پیسہ لیا انہوں نے ؟ بس اتنا ہی لیتے تھے جتنا ایک عام مزدور۔ بس۔

حضرت عمر نے کتنا پیسہ لیا ہے بیت المال سے ؟

کیوں آپ لوگوں کو غلط تاثر دیتے ہیں ؟

پھر کہتے ہیں علی کے پاس مال نہیں تھا۔ علی کے پاس مال نہیں تھا تو علی کا ساتھ کون دیتا؟

یہ بھی آپ نے درست نہیں کہا۔

حضرت علی۔ انہوں نے خود فقیری اختیار کی تھی۔ وگرنہ مال ان کے پاس تھوڑا نہیں تھا۔ کون کہتا ہے ان کے پاس مال نہیں تھا؟

وہ تو بڑی بڑی جاگیروں کے مالک تھے۔ مزہ تو یہی ہے کہ بندہ آج کے دور میں کھرب پتی ہو لیکن کھائے وہ خشک روٹی۔ لوگوں کے لیے لنگر چلائے۔ اور وہ خود چند کھجوروں پر گزارہ کرے۔ یہ ہے اصل میں ولایت۔ یہ ہے۔ حضرت علی اس شان کے مالک تھے۔

اور آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ پنج مرلے کا مکان تھا ان کا؟

کیا میں آپ کے سامنے تفصیل پیش کروں ؟

اہلسنت تو اہلسنت ہیں ناں۔ شیعہ حضرات نے سیدنا علی المرتضی کی جاگیریں کتنی بیان کی ہیں ؟

یہ دیکھیے۔

میرے ہاتھ میں ہے:
مولا علی۔ مدینے میں پچیس سال۔ رحلتِ رسول ﷺ سے خلافت تک
یہ ہماری کتاب نہیں ہے۔ یہ شیعہ ایک ہیں ان کی کتاب ہے۔ الحاج پروفیسر ڈاکٹر سید منظر حسین کاظمی۔ ان کی کتاب ہے۔
وہ لکھتے ہیں کہ:
زیادہ تر مؤرخین نے
صفحہ اس کا ہے349
زیادہ تر مؤرخین نے حضرت علی کی زندگی کو اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ غریب تھے، نادار تھے، مزدور تھے، بے مایہ تھے، اچھی زندگی گزارنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ لیکن یہ حقیقت کم مؤرخین نے لکھی ہے کہ حضرت علی انتہائی دولتمند بھی تھے۔ جو لشکرِ اسلام کا سپہ سالار ہو۔ جسے اپنے والد سے ورثہ میں جائیداد ملی ہو۔ جس کو جنگوں میں رسول ﷺ نے بہادری پر جنگی وظائف اور انعامات عطا کیے ہوں۔ جس نے رسول ﷺ کی عطا کردہ بنجر زمینوں کا سینہ چاک کر کے لہلہاتی فصلیں اور باغات لگائے ہوں، جس نے بارہ چشمے اور چوبیس کنویں کھود کر بے حساب جائیداد بنادی ہو وہ غریب اور بے مایہ کیسے ہو سکتا ہے؟
کلینی طوسی مجلسی اور حر عاملی نے حضرت علی کا ایک وقف نامہ امام موسی کاظم کے حوالے سے درج کیا ہے۔ جہاں او قافِ علوی میں 18 علاقوں کی ملکیت کا ذکر ہے جو سرسبز وشاداب تھے اور جن میں باغات، چشمے اور کنویں تھے۔

آخر میں ہے:

واقدی کی ایک روایت میں صرف ایک علاقہ کی آمدنی کا اندازہ لگائیں کہ حضرت علی کے زمانے میں تمام علاقے ہرے بھرے تھے۔ بغیبغہ اتنا شاداب ہو چکا تھا کہ وہاں کے نخلستان سے ایک سواسی 180 وسق یعنی تقریباً بتیس ہزار چار سو 32400 کلو گرام کھجوریں اتاری جانے لگی تھیں۔

بتیس ہزار چار سو32400 کلو گرام

آپ کے ایک علاقے سے کھجوریں اترتی تھیں۔

تاریخ میں درج ایک کنویں کی قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ "معاویہ نے امام حسین کو خط لکھا تھا کہ اگر ایک کنواں دے دو تو تیس لاکھ دینار دوں گا۔"

یعنی سیدنا علی کی ملکیت میں جو بطورِ وراثت سیدنا امام حسین تک پہنچا تھا۔ اس ایک کنویں کی قیمت حضرت سیدنا معاویہ تیس ہزار دینار۔

دینار یہ سونے کا سکہ ہوتا ہے۔

تیس ہزار دینار دینے کو تیار تھے۔

شاہ جی کیوں اس طرح کی باتیں کرتے ہو؟

ہمیں تو شک پڑنے لگ گیا ہے حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ کے اندر پوری ایک لسٹ تحریر فرمائی ہے کہ یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا۔ لیکن سنی بن کر سنیوں میں رہتا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ اپنے ٹیکے لگاتا رہتا تھا۔

شاہ جی کہیں آپ بھی تو ان میں شامل نہیں ہو؟

بظاہر رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہو پھر صحابہ پر تنقید بھی کرتے ہو۔ نانا جان کی نافرمانی بھی کرتے ہو۔

کون کہتا ہے کہ یہ مولا حسین غریب تھے؟

کون کہتا ہے کہ چالیس ایکڑ پر قلعہ تھے ان کے؟

کون کہتا ہے شاہ صاحب؟

اور حضرت علی کا مکان پنج مرلے کا تھا۔

اور وہ بھی ان کے پاس نہیں رہنے دیا گیا۔

وہاں قبر کھود ڈالی گئی۔

سیدہ طیبہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی۔

بھلا جس جس پنج مرلے کے مکان میں لوگ رہائش پذیر ہوں وہاں کوئی قبر کھودنے دیتا ہے؟

شاہ جی وہ بات کرو جو عقل کے پیمانے پر پوری تو اترے ناں۔

یہ ساری روایات ہم نے نکالی ہیں سب جرح سے بھرپور ہیں۔ کوئی صحیح بات نہیں ہے۔

پھر مولا حسن نے جو صلح کی تھی حضرت سیدنا معاویہ کے ساتھ۔ اس صلح کی شرائط کیا ہیں؟

پتا نہیں آپ لوگ من گھڑت قسم کی شرائط بیان کرتے ہو کہ ایک شرط یہ تھی دوسری شرط یہ تھی تیسری شرط یہ تھی چوتھی شرط یہ تھی۔ آپ گھڑ گھڑ کے شرطیں بیان

کرتے ہو۔اور حضرت معاویہ نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا۔اس کے لیے بخاری شریف میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں آپ کو۔کتاب الصلح نکا لیے۔حدیث نمبر 2704 ہے اور پوری سند ہے اس کے ساتھ۔ آخر میں بیان کرتے ہیں حضرت سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ۔وہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ کی قسم!

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لشکر لے کر پہاڑوں میں پہنچے۔

یعنی لشکر تھا آپ کے ساتھ۔کوئی ایریا تھا پہاڑی وہاں پہنچے۔

توحضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ عمرو بن عاص جو ہیں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے خاص مشیر تھے۔

انہوں نے کہا:

میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مد مقابل کو نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔ حسن کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے۔یہ واپس نہیں جائے گا جب تک ان کو تباہ و برباد نہیں کر لے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی اور کہا:

قسم اللہ کی!

امام حسن بصری کہتے ہیں: قسم اللہ کی۔

معاویہ اور عمرو بن عاص۔ان دونوں میں معاویہ اچھے تھے۔زیادہ اچھے تھے حضرت معاویہ۔

انہوں نے سن کر کہا:

اے عمرو یہ تو بتاؤ۔ اگر اِس لشکر نے اُس لشکر کو تباہ کر دیا اُس لشکر نے اِس لشکر کو تباہ کر دیا۔ تو ظاہر ہے اس کے بعد بچے بھی تو رہیں گے نا ان کے۔ جو مقتولین ہوں گے، جو شہداء ہوں گے۔ ان کی بیویاں بھی رہیں گی۔ بیوہ عورتیں بھی رہیں گی باقی۔ یہ تو باقی رہیں گی ناں۔ تو بتاؤ میرے ساتھ کون ذمے داری لے گا؟ بیوہ عورتوں کی خبر گیری کے معاملے میں۔ اللہ پوچھے گا نہیں؟

اللہ پوچھے گا۔ لوگوں کی آل اولاد کے معاملے میں کون ذمے دار ہو گا میرے ساتھ۔

پھر آخر کار حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کی شاخ بنو عبد شمس اس کے دو بھنجے۔ دو۔۔۔ بندے حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔

وہ کون تھے: عبد الرحمن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز۔

حضرت معاویہ نے ان دونوں سے کہا کہ:

آپ ایسے کرو۔ حضرت حسن بن علی کے پاس جاؤ۔ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو۔ کیونکہ صلح بہتر ہوتی ہے نا۔ صلح پیش کرو۔ اور ان سے صلح کے معاملے میں گفتگو کرو۔ بات چیت کرو۔ اور فیصلہ جو ہے تم نے خود نہیں کرنا۔ فیصلہ حسن کی مرضی پر چھوڑ دینا۔

یہ جو دو بندے گئے تھے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کو آرڈر کیا تھا؟ وہ نواسۂ رسول ہیں۔ فیصلہ ان کی مرضی پر چھوڑ دینا۔ جو فیصلہ کریں گے قبول ہے۔

چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی۔اور فیصلہ بھی حضرت حسن کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔اب حضرت سیدنا حسن مجتبی رضی اللہ عنہ جو خود جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ سیدہ طیبہ فاطمہ زہراء کے بڑے بیٹے ہیں۔اور حضرت علی کے خلیفہ بلافصل تو یہی ہیں ناں۔سیدنا علی کے بیٹے ہیں، فرزند ہیں۔انہوں نے کہا:

ہاں۔ہم جو بنو عبد المطلب ہیں ناں۔ہم کو ناں خلافت کی وجہ سے پیسے خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔

حضرت امام حسن مجتبی نے ان دو بندوں سے یہ کہا:

عادت ہو گئی ہے پیسہ خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو۔

اور جس کے پاس پنج مرلے کا مکان ہو وہ یہ کہتا ہے؟پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے ہمیں؟

اور ہمارے ساتھ یہ لوگ جو ہیں ناں جو ہمارے لشکر میں ہیں۔یہ لڑنے میں بڑے طاق ہیں۔خون خرابہ کرنے میں بڑے ہوشیار ہیں بڑے ماہر ہیں۔اور یہ بغیر پیسے کے ماننے والے بھی نہیں ہیں۔

شاہ جی بخاری شریف پڑھ لیجیے گا۔

اب یہ مولا حسن صلح کی شرط پیش کر رہے ہیں۔کہ بغیر پیسے کے ماننے والے نہیں ہیں۔

تو اب ان دونوں نے کہا کہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا پیسہ دینے پر تیار ہیں۔راضی ہیں۔جتنے پیسے کی آپ ڈیمانڈ کر رہے ہو ناں، وہ دینے کے لیے تیار ہیں اور آپ سے صلح کرنا چاہتے

ہیں۔ فیصلہ بھی انہوں نے آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے۔

تو حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالی عنہ آپ نے فرمایا بھئی کون گارنٹی لے گا؟

ان دونوں نے کہا جی کہ ہم گارنٹر ہیں اس کے۔ ہم اس کی ذمے داری لیتے ہیں۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ جس جس چیز کے بارے فرماتے کہ:

یہ چاہیے۔ یہ چاہیے۔ یہ چاہیے۔ یہ چاہیے۔

وہ دونوں بندے کہتے تھے: جی ہم اس کے ضامن ہیں۔ بالکل آپ کی مرضی کے مطابق صلح ہو گی۔

آخر میں حضرت امام حسن مجتبیٰ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اور پھر فرمایا: کہ میں نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا تھا۔ اب صلح کی وجہ آرہی ہے۔

وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا ہے۔

کس حال میں؟

کہ منبر پر ایک سائیڈ پر امام حسن جلوہ فرما ہیں۔ چھوٹے بچے تھے ناں۔ تو سرکار خطبہ دے رہے تھے۔ کس شان سے؟ ایک آنکھ سے مجمعے کو دکھ رہے تھے اور دوسری آنکھ سے اپنے اس بیٹے کو دیکھ رہے تھے نواسے کو دیکھ رہے تھے۔ فرمایا۔ نبی کریم علیہ السلام نے:

اولوگو سن لو!

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ

میرا یہ بیٹا سید ہے۔

وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

عنقریب اللہ تعالی اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے لشکروں میں صلح کرائے گا۔

مسلمانوں کے دو بڑے لشکروں میں۔

حضرت علی کا لشکر بھی مسلمانوں کا لشکر تھا۔ حضرت علی بھی مسلمان تھے۔ اگرچہ ان میں چند حضرت عثمانِ غنی کے باغی مل گئے تھے۔

اور حضرت امیر معاویہ بھی مسلمان تھے۔ علی بھی مسلمان تھے۔ معاویہ بھی مسلمان تھے۔

فرمایا: مسلمانوں کے دو بڑے لشکروں میں صلح کرائے گا۔

حضرت امام بخاری کہتے ہیں: مجھ سے علی بن عبد اللہ مُدَینی نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے امام حسن بصری کا حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت ہوا۔ کہ وہ حدیث پاک ڈائریکٹ ایک صحابیِٔ رسول سے سن کر بیان کر رہے ہیں۔

اب فرمایئے کیا مولا حسن غریب تھے؟ کون ساتھ دیتا؟ او ان کا ساتھ تو بہت بڑا لشکر دے رہا تھا۔ آپ کہہ رہے جی حضرت علی کا ساتھ کون دیتا؟ حضرت حسن نے کوئی اپنا نیا لشکر نہیں بنایا تھا۔ وہی لشکر حصے میں آپ کے پاس آیا تھا ناں جو لشکر پہلے حضرت علی کے ساتھ تھا۔

تو آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

اس طرح کی باتوں سے باز آجایئے!

کہیں ہمیں کھل کر آپ کے سامنے نہ آنا پڑے۔۔۔!!!

میں سمجھتا ہوں اس وقت اہلِسنت پر بڑا سخت وقت ہے۔ صحابہ کرام کا بغض ہو یا اہلِ بیتِ اطہار کا بغض ہو یہ جنت جانے والا رستہ نہیں ہے۔

آپ لوگوں کو اپنا مرید بنانے کے لیے خوامخواہ کی باتیں کرتے ہیں:

ولی ہوتا ہی وہ ہے جس کے اندر فاطمی خون ہو۔

آپ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

تصوف کی کتابیں تو ہمارے سامنے بھی ہیں۔ صرف آپ کے سامنے نہیں۔ لیکن ہم تصوف کی کتابوں کو حرفِ آخر نہیں سمجھتے۔ حرفِ آخر صرف اللہ کا قرآن ہے۔ ہم حدیث بھی وہ مانتے ہیں جو قرآنِ کریم کے مطابق ہو۔ قرآن کی مخالف نہ ہو۔ ہاں جو باتیں تصوف کی کتابوں کے اندر قرآن وسنت کے مطابق ہوں گی وہ مان لیں گے۔ اور جو نہیں مانیں گے ہم کہہ دیں گے جی یہ الحاقی عبارات ہیں۔ تو اگر تصوف کی کتابیں سُنی ہیں تو کیا آپ کو قلائد الجواہر کی عبارت یاد نہیں کہ ولی ہوتا ہی وہ ہے جس کے اندر بارہ صفات ہوں۔ بارہ صفات کا مظہر ہو۔ دو صفاتِ باری تعالی کا مظہر ہو۔ دو نبی کریم علیہ السلام کی صفات کا مظہر ہو۔ دو ابو بکر صدیق کی۔ ان کی صفات کا مظہر ہو۔ اور حضرت عمر فاروق کی دو صفات کا مظہر ہو۔ حضرت امام۔ حضرت سیدنا عثمانِ غنی کی دو صفات کا مظہر ہو۔ اور حضرت علی مرتضی کی دو صفات کا مظہر ہو۔

کیا یہ آپ۔۔۔ ان کو چھوڑ دیں گے؟

اور مکتوباتِ امام ربانی میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں کیا لکھا ہے؟ کشف المحجوب میں کیا لکھا ہوا ہے؟ کہ ولایت صرف اسی کو ملے گی جو ان چاروں کا وفادار ہو گا۔ ان چاروں میں سے کسی ایک کا بھی گستاخ ہو گا قطعاً ولایت کے درجے پر نہیں پہنچ سکتا۔ شاہ جی خدا کے لیے آپ صحابہ کی مخالفت چھوڑ دیجیے اشاروں کنایوں میں۔ صحابہ کو یا تو رضی اللہ عنہ کہنا چھوڑ دیجیے۔ سیدھا سیدھا شیعوں کی صف میں شامل ہو جائیے۔ وگرنہ ہمارے اندار رہ کر اس طرح کی باتیں نہ کیجیے۔

بعضے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بڑی گہری نظر دیتا ہے۔ میرے ہاں ایک حضرت صاحب پڑھتے بھی رہے ہیں اور یہاں انہوں نے پڑھانا بھی شروع کر دیا تھا۔ فوت ہو چکے ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی ہے حضرت علامہ مولانا محمد ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ۔ استاد العلماء حضرت مولانا منظور احمد صاحب نواں جنڈانوالہ ان کے بھی شاگرد ہیں۔ بھکھی شریف بھی پڑھتے رہے ہیں۔ جب شاہ جی آپ کو جماعتِ اہلسنت کا ناظمِ اعلیٰ بنایا گیا تھا۔ تو انہوں نے اسی وقت ڈاکٹر تیمور صاحب کو۔ جن سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کو کہا تھا:

او تیمورررر!

اوہ شاہ جی ناظمِ اعلیٰ تے بنڑواد تا ای پر خدا داناں ای کسے نوں انہاں دا مرید ناں بنڑائیں۔ ایہہ بندہ مشکوک ای۔

شاہ جی وہ تو صاحبِ نظر لوگ تھے۔ انہوں نے تو بہت پہلے پہچان لیا آپ تو ظاہر اب ہو رہے ہو۔

پروفیسر صاحب کی ان خرافات کو ان کے آفیشل پیج کی اس لنک پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

https://fb.watch/hJokXhhsZT/

بصورتِ دیگر یوٹیوب لنک کی اس لنک کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

https://youtu.be/lnucLkRN-yw

حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو پر تبصرہ:

سطورِ ذیل میں ہم سید السادات قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی کی گفتگو کا مختصر جائزہ لینا چاہیں گے۔ آیا انہوں نے جو کہا: حقیقت کے موافق و مطابق ہے یا حقیقت کے خلاف۔ نیز کیا اس میں صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم پر کسی قسم کی تنقید ہے یا یہ صرف پروفیسر سعید اسعد صاحب کا پروپیگنڈہ ہے؟

حضرت قبلہ سید السادات قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی نے فرمایا:

میں نے کہا تھا کہ: رضی اللہ تعالی عنہ میں مانتا ہوں۔ سارے صحابہ کو۔ جلیل القدر ہیں۔ ہم ان کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہیں۔

قارئینِ کرام!

یہ جملے اس شخصیت کے ہیں جنہیں پروفیسر سعید اسعد جیسے عاقبت نا اندیش لوگ رافضی اور گستاخِ صحابہ کہتے نہیں تھکتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ: مقام صحابیت وہ عظیم شرف ہے کہ ساری عزتیں، کرامتیں

شرافتیں، کمالات مل جائیں جب بھی مقامِ صحابیت رضی اللہ تعالیٰ عن الصحابۃ کلھم کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

عظمتِ خونِ رسول:

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ:

کوئی عزت وشرف خونِ رسول ﷺ کا مقابلہ کرنے کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

یہی وجہ ہے کہ امتِ مسلمہ میں سے بڑی بڑی شخصیات کہہ گئیں:

لَا أَعْدِلُ بِبَضْعَةِ رَسُولِ اللَّهِ أَحَدًا

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے لختِ جگر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔

(غایۃ السول فی خصائص الرسول ﷺ لابن ملقن م804ھ ص233، المواہب اللدنیۃ للقسطلانی م923ھ 1/ 493، اسنی المطالب لزکریا الانصاری م926ھ 3/ 103، الغرر البہیۃ لزکریا الانصاری م926ھ 4/ 92، سبل الہدی والرشاد للصالحی الشامی م942ھ 10/ 328، المجالس الوعظیۃ للسفیری م956ھ 1/ 163، تاریخ الخمیس لدیار بکری م 966ھ 1/ 256، اتحاف السائل للمناوی م 1031ھ ص87، سلط النجوم العوالی للعصامی م1111ھ 1/ 432، تفسیر مظہری للقاضی الفانی فتی م1225ھ 2/ 48)

ابنِ سیرین کا مذہب:

اہلسنت کے ہاں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بیچ ترتیبِ افضلیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ لیکن وہ خونِ رسول ﷺ کی عظمت ہی ہے جس کی بنیاد پہ محمد بن سیرین حضرت مہدی کے بارے میں یہاں تک کہہ گئے:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ لَا يَفْضُلُ عَلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُ

آخری دور میں ایک ایسے خلیفہ ہوں گے جن پر نہ تو سیدنا ابو بکر صدیق کو فضیلت دی جا سکتی ہے اور نہ ہی حضرت سیدنا عمرِ فاروق کو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ 40444، السنن الواردۃ فی الفتن للدانی 504)

علامہ جلال سیوطی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا۔

(اللآلی المصنوعۃ للسیوطی 2/329)

اور ایک روایت میں تو یہاں تک کہہ دیا:

إِذَا كَانَ ذَلِكَ فَاجْلِسُوا فِي بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْمَعُوا عَلَى النَّاسِ بِخَيْرٍ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

جب فتنوں کا دور آ جائے تو گھروں میں بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ تم لوگوں پر ایسے شخص کے تقرر کے بارے میں سن لو جو حضرت ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما سے بہتر ہیں۔

(الفتن لنعیم بن حماد 1036)

صحابیت اورآلِ رسول ہونا، ہر دو بے مثال شرف:

میں یہاں فضیلت یا افضلیت کی بحث نہیں کر رہا۔ یہاں فقط اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ:

جیسے شرفِ صحابیت ایک بے مثال شرف ہے اور کوئی دوسرا شرف اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے۔

اسی طرح اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا بھی ایک ایسا عظیم شرف ہے کہ کوئی خوبی اس کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

حضرت قبلہ شاہ جی کا صحابہ سے اندازِ عقیدت:

سید السادات قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کے پاس بضعیتِ رسول ﷺ کا شرف موجود ہے۔ آپ اولادِ رسول ﷺ سے ہونے کے باوجود صحابہ کرام کی عظمتوں کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فرمارہے ہیں:

ہم ان کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہیں۔

خونِ رسول ﷺ، اپنے نانا کے صحابہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دے کہ:

ہم صحابہ کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہیں۔

تو بتایئے! آپ سیدوں سے مزید کیا چاہتے ہیں؟

سید ہزار فاصلوں پر ہو جب بھی اس کے اندر جزوِ رسول ﷺ موجود ہے۔

وہ حاملِ جزوِ رسول ﷺ۔۔۔

صحابہ کرام کا مقابلہ نہیں کر رہا۔۔۔

صحابہ کرام کے جسم۔۔۔

بلکہ پاؤں سے لگنے والا جوتا۔۔۔

اس جوتے سے لگنے والی خاک۔۔۔

لیکن اب بھی رسول اللہ ﷺ کا بیٹا اپنے آپ کو اس خاک کے برابر بھی نہیں کہہ رہا۔

بلکہ اس خاک سے بھی مقابلہ نہیں کر رہا۔

ظالمو! تم اولادِ رسول ﷺ سے اور کیا چاہتے ہو؟

اللہ تمہیں مارے!

کیوں رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں پر زمین تنگ کر رکھی ہے؟

ظلم کی انتہا ہے۔۔۔ یہاں مولوی کا بیٹا بے مثال ہے۔۔۔ پیر کا بیٹا بے نظیر ہے۔۔۔

سیاست دان کا بیٹا یگانۂ روز گار ہے۔

اگر کوئی حیثیت نہیں دی جاتی تو رسول اللہ ﷺ کی اولاد کو نہیں دی جاتی۔

ذات کے موچی مسلی اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی اولاد کو اپنے من پسند خطوط کا پابند

بناتے نظر آتے ہیں اور ساتھ دھمکاتے ہیں کہ:

شاہ جی! کہیں ہمیں کھل کر آپ کے سامنے نہ آنا پڑے۔

امت کی طرف سے اپنے آقا ﷺ کے ساتھ اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہو سکتی ہے کہ

امتیوں نے رسول اللہ ﷺ کی اولاد پہ جینے کا گھیرا تنگ کر رکھا ہے۔۔۔؟؟؟؟

فرقِ مراتب:

حضرت قبلہ شاہ جی نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی عظمت اور فرقِ

مراتب ہر دو کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہم ان (یعنی صحابہ کرام) کی جوتی کی خاک بھی نہیں ہیں۔ لیکن فرق تو ہے ناں۔

قارئینِ کرام!

پروفیسر سعید اسعد کو ان جملوں سے بڑی تکلیف ہوئی کہ "فرق کیوں بیان کیا گیا"

میں اہلِ اسلام سے صرف اتنا سوال کرنا چاہوں گا کہ:

کیا فرقِ مراتب کے عقیدے میں کوئی خرابی ہے؟

ہمارے علماء کے ہاں یہ جملہ مشہور و معروف ہے اور فاضلِ بریلی حضرت مولانا احمد رضا خان نے بھی اس پر تنبیہ کی ہے کہ:

گر فرق مراتب نہ کُنی زندیقی

یعنی اگر تم مراتب کے بیچ فرق نہیں کرتے تو تم زندیق ہو۔

قارئینِ کرام!

علمائے اسلام کہتے ہیں کہ اگر مراتب کا فرق نہ کرو تو زندیق ہو۔ اور برائے نام سعید صاحب اسی فرق کو سن کر ایک سید زادے پر ایسے بپھرے کہ تڑیاں لگانے پر اتر آئے۔ حالانکہ آیاتِ قرآنیہ کی ایک بڑی تعداد فرقِ مراتب کا اعلان کرتی نظر آتی ہیں۔ از راہِ اختصار یہاں صرف مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔

انبیائے کرام کے مختلف درجات:

انبیائے کرام کے بیچ فرقِ مراتب بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ [البقرۃ: 253]

یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ بعض وہ ہیں جن سے اللہ سبحانہ وتعالی نے کلام فرمائی اور بعض کو درجوں بلند فرمایا۔

صحابہ کرام پھر اہلِ ایمان کے بیچ فرقِ مراتب:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور پھر عام اہلِ ایمان کے بیچ فرقِ مراتب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ

دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [الحديد: 10]

تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتحِ مکہ سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا، وہ برابر نہیں۔ وہ ان لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور قتال کیا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام خرچ کرنے والوں اور راہِ خدا میں جنگ کرنے والوں سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور اللہ جل وعلا تمہارے عملوں سے خبر دار ہے۔

فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا﴾[النساء: 95]

غیر معذور ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی۔ اور سب اہلِ ایمان سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم کے ساتھ فضیلت بخشی۔

فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ [الأنعام: 165]

وہ ذات وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفے بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے اوپر درجوں بلندی بخشی تاکہ تمہیں جو عطا کیا، اس میں تمہیں آزمائے۔ بے شک تیرا پروردگار جلد عقاب والا ہے اور بے شک وہ ضرور بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

قارئینِ کرام!

فرقِ مراتب تو قرآن ہے۔۔۔ فرقِ مراتب تو حدیث ہے۔۔۔ فرقِ مراتب اسلام ہے۔۔۔ فرقِ مراتب سنیت ہے۔۔۔!!!

لیکن جب اسی فرقِ مراتب کی بات مفسرِ قرآن حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے کی تو مولوی کے پیٹ میں مروڑ پڑنے لگ گئے اور پردہ سکرین پر آکر بیس منٹ سے زائد سمع خراشی کرتا رہا۔

ابھی بھی ان مولوی صاحب کا تقاضا ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی اولاد کا دشمن نہ کہا جائے۔

سوال یہ ہے کہ دشمنی کے لیے اور کیا بچ گیا ہے جو تم نے کرنا ہے؟

دیوبندیوں پہ کرم سیدوں پہ ستم:

مفتی تقی عثمانی جو دیوبندی ہیں۔ انہوں نے جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ پڑھی تو برائے نام سعید پردہ سکرین پر مفتی تقی عثمانی کے دفاع کے لیے نمودار ہو گیا۔ مفتی تقی عثمانی کی حمایت کی خاطر باقاعدہ ویڈیو کلپ بنوایا اور اس کی تائید و تصویب کی۔

آپ وہ کلپ اس لنک پہ ملاحظہ کر سکتے ہیں:

https://fb.watch/hJohsJyQNY/

قارئینِ کرام!

ہمارا دعوی یہ نہیں ہے کہ مسلکی اختلاف ہو تو آپ اپنے مخالف مسلک کی درست بات کو بھی غلط کہیں۔۔۔ معاذ اللہ۔ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا

ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ:

پروفیسر سعید اسعد ساری زندگی دیوبندیوں کو کافر کہتا رہا۔ اور اب آکر انہی کی صفائیاں دینے کے لیے کلپ ریکارڈ کروا رہا ہے۔

اگر اس شخص کے اندر بغضِ آلِ رسول ﷺ نہ ہوتا تو جیسے ان لوگوں کے کردار اور افعال کی توجیہات کر سکتا ہے جنہیں ساری زندگی کافر قرار دیتا رہا۔۔۔ ویسے ہی رسول اللہ ﷺ کے نواسوں کے لیے بھی کوئی نا کوئی توجیہ نکالی جا سکتی تھی۔

دیابنہ کے افعال کی توجیہات کرنا۔۔۔ ان کے پاس دعوتِ اتحاد لے کر پہنچنا اور پھر ذلیل ورسوا ہو کر واپس لوٹنا۔۔۔ لیکن جب اولادِ رسول ﷺ کی بات آئے تو ان پر "چھپے ہوئے شیعہ" ہونے کا شک ظاہر کرنا اور انہیں تڑیاں لگانا۔۔۔ ایسا بندہ سعید کہلائے گا یا یزید نام پائے گا؟؟؟

مدینہ مشرفہ میں امام زین العابدین کا مکان:

پھر حضرت قبلہ شاہ جی نے فرمایا:

زین العابدین کا مکان دیکھیں تو پنج مرلے کا ہے۔

اور باقیوں کے قلعے دیکھیں تو چالیس چالیس ایکڑ کے ہیں۔

قارئینِ کرام!

حضرت قبلہ شاہ جی کی جو گفتگو پروفیسر سعید اسعد نے اپنے ویڈیو کلپ میں جوڑی ہے اس کی ابتدا میں حضرت قبلہ پیر سید ریاض شاہ جی صاف صاف فرمارہے ہیں:

ایک آدمی کو پکڑ کے میں مدینہ لے گیا تھا۔

یعنی یہ مدینہ طیبہ میں حضرت سیدنا امام علی زین العابدین علیہ السلام کے مکان کی بات کی جارہی ہے۔

قارئینِ کرام!

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ حضرت قبلہ شاہ جی مذکورہ بالا جملوں میں مکانات اور قلعوں کی حقیقی پیمائش کا ارادہ نہیں کیا۔ صرف فرق بتانے کی کوشش کی۔ اور حقیقت بھی ایسی ہی ہے:

حضرت سیدنا امام زین العابدین کا مکان جو اس وقت مدینہ مشرفہ میں موجود ہے وہ لگ بھگ 60 مربع میٹر یا اس سے بھی کم کا ہے۔ اور 60 مربع میٹر تو پانچ مرلے سے بھی کم ہے۔ 60 مربع میٹر تو تین مرلے بھی نہیں بنتا۔ حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی نے تو 05 مرلے کہہ دیا۔

یہ مکان اب بھی مدینہ مشرفہ میں موجود ہے اور حرمینِ طیبین کی زیارت سے مشرف ہونے والے آج بھی اس مبارک مکان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جو صرف ہوا میں کی جارہی ہو اور اس تصدیق ممکن نہ ہو۔

زائرِ مدینہ مشرفہ خود اس مکانِ مقدس پہ حاضری دے کر اس کے رقبہ کا اندازہ کر سکتا ہے اور سرِ دست یہ QR Code اسکین کرکے اس مکانِ مقدس کی تصاویر اور دیگر ضروری معلومات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

بعض اصحابِ رسول ﷺ کے مکانات:

یہ مکان تو حضرت سیدنا امام علی زین العابدین کا ہے۔ رہی بات دوسری طرف کے قلعوں کی تو آپ صرف قصرِ سعید بن عاص کو دیکھ لیں جس کے آثار اب تک موجود ہیں اور اُس دور میں تیس لاکھ(3000000) درہم کا بیچا گیا تھا۔ حویطب بن عبد العزی نے اپنا گھر چالیس ہزار دینار کا بیچا۔ جو آج کے سونے کی قیمت کے لحاظ سے پونے تین ارب روپے کا بنتا ہے۔ حکیم بن حزام نے اپنا گھر ساٹھ ہزار دینار کا فروخت کیا۔ جو آج کے حساب سے چار ارب روپے سے زائد قیمت کا بنتا ہے۔

ضروری تنبیہ:

لیکن یہ صرف فرق کی طرف اشارہ ہے۔ اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کسی بھی صحابی کی شان و عظمت میں کمی کی طرف اشارہ کیا جائے۔ جس کی شان کم ہے وہ صحابی نہیں اور جو صحابی ہے اس کی شان کم نہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

لیکن مراتب میں فرق ضرور ہے اور حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی نے بھی اسی فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دنیا پرستوں کا مزاج:

ہاں!

یہ ضرور ہے کہ بہت سے لوگ جن کی نظر آخرت کے بجائے دنیا پر ہوتی ہے، ان کی نظر میں مال کی کمی، بیشی ترجیحات میں فرق کا سبب ضرور بنتی ہے۔ جیسا کہ ہم دنیا میں ہر سو اس کا ملاحظہ کر رہے ہیں۔ اور حضرت قبلہ شاہ جی نے بھی اسی جانب اشارہ کیا کہ:

مجھے بتائیں علی کا ساتھ کون دیتا؟ علی کا ساتھ کون دیتا؟

یہ ایک فطری امر ہے کہ دنیا پرست لوگ پیسے والے سے کچھ نہ بھی ملے جب بھی اس کی تلوے چاٹنے میں زندگی گزار دیتے ہیں اور جو شخص دنیاوی مال و دولت کو اہمیت وحیثیت نہ دیتا ہو۔ اس کا ساتھ دے گا تو کوئی حق پرست ہی دے گا۔ ورنہ دنیا پرستوں کی نگاہ میں تو دنیا کا مال ہی سب کچھ ہے۔

کیا شاہ جی قبلہ کے یہ جملے صحابہ کے لیے ہیں؟

حضرت قبلہ شاہ جی نے ان جملوں میں اشارۃً کنایۃً کسی لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے عظمت والے صحابہ کی بات نہیں کی۔

اور اگر پروفیسر سعید اسعد کا دعوی ہے کہ ان جملوں میں قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی نے صحابہ کرام کی بات کی ہے تو بندہ کی جانب سے پروفیسر صاحب کو کھلی دعوت ہے کہ:

اپنے اس دعوی پہ کوئی ٹوٹی پھوٹی دلیل ہی پیش کر دو۔۔۔!!!

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

ولایت، مولا علی کے دامن میں:

بعد ازاں حضرت قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے فرمایا:

مجھے قسم اللہ کی!

آج بھی اگر کوئی فقیری ہے ناں تو وہ علی کے دامن میں ہے۔

مجدد صاحب نے فرمایا: جو علی اور بارہ اماموں کا قائل نہیں اس کو ولایت مل ہی نہیں سکتی۔

حضرت قبلہ شاہ جی کی یہ گفتگو بھی حقیقت اور مکمل اصولی ہے۔ کیونکہ راہِ ولایت کی چوٹی پہ زیرِ پائے سید الانبیاء جو ہستی جلوہ فرما ہے وہ مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا کی ہستی ہے۔ حتیٰ کہ مولائے کائنات کی دنیا میں جلوہ گری سے پہلے بھی کسی کو ولایت ملی تو مولائے کائنات کے توسط اور توسل سے ملی۔

شیخِ مجدد کی گواہی:

یہ دعویٰ ہم اپنی جانب سے نہیں کریں گے اور نہ ہی حضرت قبلہ شاہ جی نے اپنے پاس سے بات کی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شیخِ مجدد کی گفتگو سے دو اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

مکتوبات شریف دفتر اول میں فرمایا:

اے برادر حضرت امیر چونکہ حاملِ بارِ ولایتِ محمدی اند علی صاحبھا الصلوۃ والسلام والتحیۃ تربیتِ مقام اقطاب وابدال واوتادکہ از اولیاءِ عزلت اند وجانبِ کمالاتِ ولایت در ایشان غالب است مفوض بامداد واعانت آنحضرت است سر قطب الاقطاب کی قطب مدار است زیرِ قدم او است قطبِ مدار بحمایت ورعایت او مہم خود را سر انجام مینماید واز عہدہ داریت بر می آید۔ حضرت فاطمہ وامامین نیز درین مقام با حضرت امیر رضی اللہ

تعالی عنہم شریک اند۔

اے بھائی!

حضرت امیر (سیدنا مولائے کائنات) چونکہ بارِ ولایتِ محمدی کو اٹھانے والے ہیں۔ پس اقطاب، ابدال، اوتاد جو گوشہ نشین اولیاء سے ہیں اور کمالاتِ ولایت کی جانب ان میں غالب ہے۔ ان کی تربیت حضرت مولائے کائنات کی مدد واعانت کے حوالے ہے۔

قطب الاقطاب جو قطبِ مدار ہے، اس کا سر مولائے کائنات کے قدم کے نیچے ہے۔

قطبِ مدار اپنی ذمہ داری مولائے کائنات کی حمایت ورعایت کے ذریعے سرانجام دیتا ہے اور اپنے فرائضِ منصبی سے عہدہ برآ ہو پاتا ہے۔ حرنت سیدہ فاطمہ اور امامین حسنین کریمین اس مقام پہ مولائے کائنات کے ساتھ شریک ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب 251 ص 413، 414)

دفتر سوم میں فرمایا:

وپیشوائے واصلانِ این راہ وسرگروہِ اینہا ومنبعِ فیض این بزرگواران حضرت علی مرتضی است کرم اللہ تعالی وجهه الکریم واین منصب عظیم الشان بایشان تعلق دارد درین مقام گوئیا ہر دو قدم مبارک آن سرور علیه وعلی آله الصلوة والسلام بر فرقِ مبارک اوست کرم اللہ تعالی وجهه۔

حضرت فاطمه وحضرات حسنین رضی اللہ تعالی عنہم درین مقام بایشان شریک اند۔ انگارم که حضرت امیر قبل از نشاۃِ عنصری نیز ملاذ وملجا این مقام بوده اند چنانچه بعد از نشاۃ عنصری وہرکرا فیض وہدایت ازین راہ میرسید بتوسطِ ایشان میرسید چه ایشان نزد نقطۂ منتہائے این راہ اند ومرکزِ این مقام بایشان تعلق دارد وچون دورۂ حضرت امیر تمام شد این

منصب عظیم القدر بحضرات حسنین ترتیبا مفوض و مسلم گشت و بعد از ایشان همان منصب بھر یکے از ائمه اثنا عشر علی الترتیب و التفصیل قرار گرفت۔ و در اعصار این بزرگواران و همچنین بعد از ارتحال ایشان هر کرا فیض و هدایت میر سید بتوسط این بزرگواران بوده و بحیلولة ایشانان هر چند اقطاب و نجبائے وقت بوده باشند ملاذ و ملجائے همه ایشان بوده اند چه اطراف را غیر از لحوق بمرکز چاره نیست۔

اس راہِ ولایت کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سربراہ اور ان بزرگوں کے منبع فیض حضرت سیدنا علی المرتضی ہیں۔ یہ منصبِ عظیم الشان مولائے کائنات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام پہ گویا کہ سرورِ عالم ﷺ کے دونوں مبارک قدم مولائے کائنات کے سرِ اقدس پہ ہیں۔ سیدہ فاطمہ زہراء اور امامین حسنین کریمین اس مقام میں مولائے کائنات کے ساتھ شریک ہیں۔ مولائے کائنات مولا علی اپنی نشاۃِ عنصری سے پہلے بھی اس مقام کے ملجا و ملاذ تھے جیسے نشاۃ عنصری کے بعد ہیں۔ ہر وہ شخص جس کو اس رستے سے فیض اور ہدایت ملتی ہے وہ مولائے کائنات کے توسط سے پہنچتی ہے۔ کیونکہ مولائے کائنات اس رستے کے نقطۂِ انتہاء کے پاس ہیں اور اس مقام کا مرکز آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اور جب حضرت امیر مولا علی کا دورہ مکمل ہوا تو یہ منصب عظیم القدر بالترتیب حسنینِ کریمین سلام اللہ تعالی علیہما کو سونپ دیا گیا۔ اور ان کے بعد یہ منصب بالترتیب بارہ اماموں کے ساتھ جڑا۔ ان بزرگوں کے دور میں اور یونہی ان بزرگوں کے وصال کے بعد بھی جس کسی کو فیض اور ہدایت پہنچی، انہی بزرگوں کے واسطے اور ان کے وسیلے سے ہوئی۔ وقت کے قطب اور نجباء جو بھی ہوئے ہیں، ان سب کے ملجا و ماوی یہی (بارہ امام)

رہے ہیں۔ کیونکہ اطراف کو مرکز سے جڑے بغیر چارہ نہیں۔ (اور مرکز کے بالکل پاس مولائے کائنات بعد ازاں بارہ امام کھڑے ہیں۔)

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب 123 ص 584)

قارئینِ کرام!

حضرت شیخِ مجدد کی گفتگو پہلے ملاحظہ کر لیجیے اور بعد ازاں حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی کلام دیکھ لیجیے۔۔۔ یا پہلے حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو پر نظر ڈال لیجیے اور بعد میں شیخِ مجدد کی گفتگو کے مذکورہ بالا دو پیرے مطالعہ کر لیجیے۔

آپ کو ان دونوں بزرگوں کی گفتگو میں اگر فرق نظر آئے گا تو اجمال اور تفصیل کا۔ ورنہ جو بات شیخِ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے، اسی کو مختصر لفظوں میں حضرت قبلہ شاہ جی نے اداء کیا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس!

پروفیسر سعید اسعد صاحب جیسے لوگ شیخِ مجدد کے ساتھ نسبت جوڑ کر سادہ لوح سنیوں کو لوٹنا تو کاروبار بنائے بیٹھے ہیں۔ لیکن شیخِ مجدد ہی کی تعلیمات کو حضرت قبلہ شاہ جی نے مختصر لفظوں میں بیان کیا تو برائے نام سعید صاحب سے وہ جملے ہضم نہیں ہو پائے۔

یا تو اس لیے کہ:

شیخِ مجدد سید نہیں ہیں۔ لہذا وہ کچھ بھی کہیں، ان پہ کوئی رافضیت کا فتوی نہیں لگتا۔ اور حضرت قبلہ شاہ جی سید ہیں، وہ خالص سنیت بھی بیان کریں جب بھی مولوی سعید اسعد جیسے ناصبی ہر وقت رافضیت کا فتوی جیب میں لیے پھرتے ہیں۔

یا شاید اس لیے کہ:

حضرت شیخِ مجدد نے جو کہا وہ فارسی زبان میں کتابوں کے اندر چھپا ہوا ہے۔ لوگوں کو کوئی خبر نہیں کہ شیخِ مجدد نے کس انداز میں مولا علی اور بارہ اماموں کی شان بیان کی ہے۔ لہذا مولوی سعید اسعد جیسوں کو کوئی خفگی نہیں ہوتی۔

بر خلاف حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کے۔۔۔ آپ کی گفتگو قومی زبان میں ہونے کے ساتھ ساتھ لاکھوں فالوورز تک پہنچتی ہے۔ لہذا دشمنانِ مولا علی اور دشمنانِ اولادِ رسول ﷺ کو پریشانی لاحق ہونے لگ جاتی ہے کہ اگر یہ باتیں عوام تک پہنچ گئیں تو یزیدیوں کا دانا پانی رک جائے گا۔

لہذا حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کے دو جملوں کو لے کر مولوی سعید اسعد نے بیس منٹ سے زائد بھڑاس نکالنا ضروری سمجھا۔

برائے نام سعید کے تبصرہ کا جائزہ:

برائے نام سعید نے کہا:

کلپ سننے کے بعد میری طبیعت پر بہت زیادہ اثر ہوا۔

بندہ ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

سطورِ بالا میں ہم بتا چکے کہ حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود پروفیسر صاحب کی طبیعت خراب ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اس کی مثال میں کچھ ثقل زیادہ ہے لہذا وہ ہم پروفیسر صاحب کے لیے بیان نہیں کرنا چاہیں

گے۔ لیکن ان آیاتِ بینات کو ملاحظہ کرنے سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ ایمان وہدایت پر مشتمل گفتگو بعض اوقات کچھ لوگوں کے لیے ایمان وہدایت کا ذریعہ بننے کے بجائے ان کے لیے حق سے مزید دوری کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ اللہ کریم سبحانہ وتعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ﴾ [التوبة: 124-125]

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں تم میں سے کون ہے جس کے ایمان میں یہ اضافہ کرے گی۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ سورت ان کے ایمان کو بڑھاتی ہے اور وہ (اس کے نزول پر) خوش ہوتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ سورت ان کے پلیدی کے ساتھ اور پلیدی بڑھاتی ہے اس حال میں کہ وہ انکار کرنے والے ہیں۔

تو قارئینِ کرام!

حیرت اور اچنبھے والی کوئی بات نہیں۔

اگر قرآن کی آیت نازل ہو اور کچھ لوگ کا ایمان بڑھنے کے بجائے ان کی پلیدی بڑھے۔ تو کوئی بعید نہیں کہ قبلہ شاہ جی کی گفتگو اہلِ ایمان ومحبت کے مشامِ جان کو معطر کرنے کا سبب بنے اور پروفیسر صاحب جیسی شخصیات کے لیے تکلیف کا ذریعہ بن جائے۔

برائے نام سعید نے کہا:

کہ شاہ صاحب کدھر جا رہے ہیں۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

پروفیسر صاحب کیا پوچھ رہے ہو؟؟؟

کہ شاہ صاحب کدھر جا رہے ہیں؟؟؟؟

پہلے اپنی منجی تھلے ڈانگ پھیرو۔۔۔!!!

- دیوبندیوں کی گود میں جا کر آپ بیٹھ گئے ہو۔۔۔
- ساری زندگی جن کو کافر کہہ کر آپ نے سادہ لوح سنیوں کو لوٹا ہے، اب آ کر انہیں کے پس خوردہ میں شفا کے طالب بن بیٹھے ہو۔۔۔
- حضرت عمار بن یاسر کی شہادت کی ذمہ داری مولائے کائنات کے لشکر کے ذمے ڈال چکے ہو۔۔۔
- نبیوں کی تعداد میں ایک ہزار کے اضافہ کا ارتکاب کیے بیٹھے ہو۔۔۔
- ایک درست کلام کو قطعا یقینا شرک کہہ چکے ہو۔۔۔
- درودِ پاک میں آلِ پاک کی خصوصیت کے منکر ہو چکے ہو۔۔۔
- خون رسول ﷺ کی گستاخی کر چکے ہو۔۔۔
- دھوکا، فریب، مکاری کی ساری حدیں پار کر چکے ہو۔۔۔!!!

اور آپ کہہ رہے ہو کہ: شاہ صاحب کدھر جا رہے ہیں؟؟؟؟

شاہ صاحب ٹھیک جا رہے ہیں۔ آپ اپنا قبلہ سیدھا کرو۔۔۔!!!

برائے نام سعید نے کہا:

بہانے بہانے سے ان پر تنقید کرنا۔ یہ شاہ صاحب کے شایانِ شان تو نہیں ہے۔

بندہ—بحول اللہ تعالی و قوتہ—کہتا ہے:

صحابہ کرام پر تنقید کرنا نہ تو حضرت قبلہ شاہ جی کے شایانِ شان ہے اور نہ ہی کسی اور مسلمان کے لیے روا۔ لیکن تف ہے آپ جیسے بدنیت حضرات پر جو کہیں کی بات کہیں لے جاتے ہو اور ہر وہ شخص جو آپ کے دین و مذہب پر نہ ہو اسے گستاخِ صحابہ بنانے کے لیے کوئی نا کوئی بہانہ تراش لیتے ہو۔

پروفیسر صاحب کی بدنیتی:

برائے نام سعید نے کہا:

کیا ان کو اپنے نانا جان کا ارشادِ گرامی یاد نہیں ہے؟ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي

میرے صحابہ پر تنقید نہ کرنا۔

بندہ—بحول اللہ تعالی و قوتہ—کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

مولوی سعید اسعد صاحب کی بدنیتی ملاحظہ کریں۔

سطورِ بالا میں حضرت قبلہ شاہ جی کی وہ گفتگو جو پروفیسر سعید اسعد صاحب نے مختلف مقامات سے کلپ جوڑ کر بنائی ہے، وہ انہی الفاظ میں موجود ہے جن پر مولوی سعید اسعد تبصرہ کر رہا ہے۔

اس کے اندر نہ تو صحابہ کرام کو گالی دی جارہی ہے اور نہ ہی کسی لحاظ سے ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے۔ لیکن مولوی سعید اسعد صاحب ایسے بدنیت انسان ہیں کہ:

حدیث وہ پڑھ رہے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو اپنے صحابہ کو گالی دینے سے روکا تھا۔

کیا۔پروفیسر سعید اسعد صاحب کے علاوہ۔کوئی ہوشمند انسان حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے لیے گالی گلوچ قرار دے سکتا ہے؟

دوہری بدنیتی:

اور پھر بددیانتی کو اپنے عروج تک پہنچانے کے لیے "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي" کے معنی بھی اپنے مرضی سے کر دیئے: میرے صحابہ پر تنقید نہ کرنا۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا

کار طفلاں تمام خواہد شد

مولوی سعید کا ظلم:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

کیا نبی کریم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ بیت المال کھانے والے تھے؟

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

سطورِ بالا میں حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے جن پر مولوی سعید اسعد صاحب تبصرہ کر رہے ہیں۔

آپ ایک بار پھر اس کو ملاحظہ کیجیے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو پروفیسر سعید اسعد صاحب کے آفیشل پیج کی لنک بھی مذکور ہے۔ اس پہ جا کر خود ساعت فرما کر اپنے یقین میں اضافہ کر لیں کہ کیا حضرت قبلہ شاہ جی نے اشارۃً کنایۃً کسی لحاظ سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ:

معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بیت المال کھانے والے تھے؟

اگر شاہ جی قبلہ نے یہ تاثر نہیں دیا اور یقیناً نہیں دیا تو مولوی سعید نے یہ مطلب کہاں سے نکال لیا؟

قارئینِ ذی قدر!

کیا ایسے لوگ دینی رہنما کہلانے کے لائق ہیں؟

کیا ایسے لوگوں کی دینی تشریحات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

قبلہ شاہ جی سے تکلیف کا سبب:

پروفیسر سعید اسعد اور ان کے ہمنواؤں کو قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی اور دیگر ساداتِ کرام سے بنیادی تکلیف یہ ہے کہ:

ملکِ پاکستان بلکہ خارج از پاکستان بھی ان ساداتِ کرام کے زیرِ سایہ حقیقی سنیت جس میں ادبِ صحابہ بھی ہے اور حبِ اہلبیت بھی۔ اور حبِ اہلبیت ایسی نہیں کہ دعوے کر کر کے بتانا پڑے۔ بلکہ وہ محبت جو چھپی رہ ہی نہیں سکتی، خود ظاہر ہو جاتی ہے۔

حقیقی سنیت انہی ساداتِ کرام کے زیرِ سرپرستی پروان چڑھ رہی ہے اور ان شاء اللہ سبحانہ وتعالی انہی ساداتِ کرام کے زیرِ سایہ اگلی نسل تک منتقل ہو گی۔

لیکن ناصبیت صدیوں سے حبِ علی کے خلاف ہر ہتھکنڈا استعمال کر رہی ہے۔ ناصبی ہر چیز برداشت کر سکتا ہے لیکن مولا علی کا ذکر برداشت نہیں کر سکتا۔
یہی قصور ہے ان سید زادوں کا۔۔۔ یہی جرم ہے حضرت قبلہ شاہ جی کا۔۔۔ جس کی سزا مولوی اس انداز میں دے رہے ہیں کہ ان کی باتوں کو کھینچ تان کر خود ہی گستاخی بناتے ہیں اور اس کے بعد ساداتِ کرام کو گستاخِ صحابہ قرار دے دیتے ہیں۔

دعوتِ مکرر:

بہر حال!
میں ایک بار پھر قارئین کو دعوتِ فکر دوں گا کہ سطورِ بالا میں مذکور لنک پہ جا کر حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کو خود سماعت فرمائیں اور پھر برائے نام سعید اسعد صاحب کا تبصرہ بھی سنیں اور خود فیصلہ کریں کہ:
کیا حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو میں ایسا کوئی جملہ یا کسی اعتبار سے ایسا کوئی مفہوم نکلتا ہے جو پروفیسر سعید اسعد صاحب نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔؟؟؟
اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ **لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِینَ** پڑھ کر ثواب تو کما ہی سکتے ہیں ناں۔۔۔!!!

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

کیوں آپ لوگوں کو غلط تاثر دیتے ہیں؟

بندہ ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

غلط تاثر حضرت قبلہ شاہ جی نے تو نہیں دیا۔ البتہ برائے نام سعید ضرور غلط رنگ دینے

کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ حضرت قبلہ شاہ جی نے "فرق" بتایا ہے اور "فرق" تو ایمان ہے، اسلام ہے، دین ہے، سنیت ہے۔

پروفیسر صاحب کا ایک اور دھوکا

امام علی زین العابدین اور مولا علی میں خلط:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

پھر کہتے ہیں علی کے پاس مال نہیں تھا۔ علی کے پاس مال نہیں تھا تو علی کا ساتھ کون دیتا؟ یہ بھی آپ نے درست نہیں کہا۔

حضرت علی۔ انہوں نے خود فقیری اختیار کی تھی۔ وگرنہ مال ان کے پاس تھوڑا نہیں تھا۔ کون کہتا ہے ان کے پاس مال نہیں تھا؟

وہ تو بڑی بڑی جاگیروں کے مالک تھے۔ مزہ تو یہی ہے کہ بندہ آج کے دور میں کھرب پتی ہو لیکن کھائے وہ خشک روٹی۔ لوگوں کے لیے لنگر چلائے۔ اور وہ خود چند کھجوروں پر گزارہ کرے۔ یہ ہے اصل میں ولایت۔ یہ ہے۔ حضرت علی اس شان کے مالک تھے۔ اور آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ پنج مرلے کا مکان تھا ان کا؟

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

پروفیسر سعید اسعد صاحب کی اس گفتگو کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ اور اندازہ کریں کہ حضرت کتنے "عظیم" دھوکے باز ہیں۔

حضرت قبلہ شاہ جی نے مولائے کائنات کے لیے پانچ مرلے کا مکان نہیں کہا۔ بلکہ حضرت سیدنا امام علی زین العابدین کے لیے کہا کہ ان کا مکان پانچ مرلے کا ہے۔ سطورِ

بالا میں حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے جن پہ مولوی سعید اسعد تبصرہ کر رہا ہے۔ وہاں صاف صاف یہ الفاظ ہیں:

زین العابدین کا مکان دیکھیں تو پنج مرلے کا ہے۔

قارئینِ ذی کرام!

یہ پروفیسر سعید اسعد صاحب کا دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے بعد پروفیسر سعید اسعد صاحب نے کسی شیعہ کی کتاب کو کھول کر پڑھنا شروع کر دیا اور حضرت سیدنا مولائے کائنات کی جاگیریں گنوانے لگ گئے۔ جیسا کہ ہم سطورِ بالا میں پروفیسر سعید اسعد صاحب کے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل کر چکے ہیں۔

وہ جاگیریں تھیں یا نہیں تھیں؟ شیعہ نے درست لکھا یا غلط لکھا؟ یہاں اس بحث میں پڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔

کیونکہ حضرت قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے بات کی ہے سیدنا امام علی زین العابدین کے مکان کے بارے میں کہ وہ مدینہ مشرفہ علی صاحبہاوآلہ الصلوۃ والسلام میں پانچ مرلے کا ہے۔

اگر مولائے کائنات کے پاس وہ جاگیریں تھیں تو اس وقت تک خاندانِ رسول ﷺ اموی مظالم کا نشانہ نہیں بنا تھا۔ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کو شہید نہیں کیا گیا تھا۔ خاندانِ رسول ﷺ کو تہِ تیغ نہیں کیا گیا تھا۔

لیکن جب سیدنا امام زین العابدین کا دور آتا ہے تو یزید لعین اپنی حقیقت دکھا چکا ہوتا ہے۔ کربلاء کا اندوہ ناک واقعہ گزر چکا ہوتا ہے۔ خاندانِ رسول ﷺ اموی مظالم کا

نشانہ بن چکا ہوتا ہے۔

پھر امام زین العابدین کی جاگیریں ثابت کرنے کے لیے سیدنا مولائے کائنات کی جاگیریں اور وہ بھی کسی شیعہ کتاب سے پڑھ کر سنانا۔۔۔ کیا یہ سنی عوام کو دھوکا نہیں دیا جارہا؟ پروفیسر صاحب کو ان کے شاگرد "امام المناظرین" کہتے ہیں لیکن ہمیں تو لگ رہا ہے کہ حضرت نے مناظرے بھی اسی دھوکے بازی کے ساتھ کیے ہوں گے۔

جب دعوی اور دلیل میں موافقت کجا۔۔۔ سرے سے تعلق ہی نہ ہو۔ کیا اس کو مناظرہ کہتے ہیں؟؟؟ کیا امام المناظرین ایسے ہوتے ہیں؟؟؟ ایسے لوگوں کو تو امام الدجالین کا لقب ملنا چاہیے۔۔۔!!!

ممکنہ دھوکا کا ازالہ:

اور اگر بالفرض خاندانِ رسول ﷺ اموی مظالم کا شکار نہ بھی ہوا ہو تو سیدنا مولائے کائنات کے پاس 18 ملکیتیں ہونے سے سیدنا امام زین العابدین کے حصے میں ان 18 کا ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟

مولائے کائنات کی اولاد کے بارے میں مشہور قول کے مطابق اگر آپ کی وراثت بانٹی جائے تو سیدنا امام حسین کے حصے میں مولائے کائنات کے ترکہ میں سے چار فیصد بھی نہیں آتے۔ اور پھر سیدنا امام حسین کی وراثت میں سے سیدنا امام زین العابدین کا حصہ نکالا جائے تو وہ چار فیصد سے کم جو امام حسین کو ملے، سیدنا امام زین العابدین کے حصے میں دو فیصد بھی نہیں پہنچتے۔

اگر امام علی زین العابدین اموی مظالم سے نہ گزرے ہوں جب بھی مولائے کائنات کی

جاگیریں فرض کر لینے کے باوجود امام زین العابدین کے حصے میں صرف ایک دو فیصد پہنچتا ہے۔ چہ جائیکہ اس دوران اموی مظالم بھی اپنی انتہا تک پہنچے، اور یزید لعین نے کافروں سے بڑھ کر کافری کا مظاہرہ کیا۔

ایسی صورت میں مولائے کائنات کی جاگیریں پڑھ پڑھ کر سنانا، جبکہ بات سیدنا امام علی زین العابدین کی ہو رہی ہے۔۔۔ یقینا یہ پروفیسر سعید اسعد صاحب کا پیشہ ورانہ دھوکا ہے۔۔۔!!!

تجھے شک تو ہمیں یَک:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

ہمیں تو شک پڑنے لگ گیا ہے حضرت سیدنا شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ کے اندر پوری ایک لسٹ تحریر فرمائی ہے کہ یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا یہ بھی شیعہ تھا۔ لیکن سنی بن کر سنیوں میں رہتا تھا لیکن آہستہ آہستہ وہ اپنے ٹیکے لگا تا رہتا تھا۔

شاہ جی کہیں آپ بھی تو ان میں شامل نہیں ہو؟

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

پروفیسر صاحب!

آپ کو شک اس لیے پڑنے لگ گیا ہے کہ حضرت قبلہ شاہ جی اور دیگر ساداتِ کرام صلی اللہ تعالی علی جدہم و علیہم وسلم کے ہوتے ہوئے آپ کا چورن نہیں بک پا رہا۔ یہ حضراتِ سادات آپ کے رستے کی رکاوٹ ہیں۔

آپ اس امت کو اس امت کے آقا ﷺ کے گھر سے دور کرنا چاہتے ہو اور یہ سادات آپ کے کام میں خلل انداز ہیں۔۔۔یہی وجہ ہے آپ کے شک کی۔۔۔!!!

لیکن ہم آپ کو کہتے ہیں کہ:

آپ کو شک ہے تو ہمیں آپ کی ناصبیت پہ پک ہے۔

لیکن آپ لگے رہیے۔۔۔!!!

جیسے یزید لعین میدانِ کربلا میں خاندانِ رسول ﷺ کو تہ تیغ کر کے بھی خود ملعون ٹھہرا۔ اسی طرح یزید لعین کے طریقے پر گامزن علماء سوء سب کے سب ظاہری غلبہ اور پریشر کے ہوتے ہوئے بھی ذلیل ورسوا ہوں گے اور اپنے روحانی دادا یزید ہی کے پاس پہنچیں گے۔ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ

پھر دھوکا:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

کون کہتا ہے کہ یہ مولا حسین غریب تھے؟ کون کہتا ہے کہ چالیس ایکڑ پر قلعہ تھے ان کے؟ کون کہتا ہے شاہ صاحب؟

اور حضرت علی کا مکان پنج مرلے کا تھا۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

سطورِ بالا کی آخری سطر پر غور فرمائیں اور پروفیسر سعید اسعد صاحب کو ان کی بے مثال دھوکے بازی پر داد دیں۔

یہی ہے ان لوگوں کی دیانت داری۔۔۔ اور یہی ہے ان کی دینداری۔۔۔!!!

سفید داڑھی اور سفید ٹوپی پہن کر ایسے بیٹھے ہوتے ہیں جیسے خواجہ بختیار کاکی سے ابھی ابھی فیض یاب ہو کر جلوہ گر ہوئے ہوں۔ لیکن کردار دیکھ کر لگتا ہے کہ:

دجال بھی اس دور میں نکلے تو حضرت سے فیض لینے ضرور حاضر ہو۔

کیسی چالاکی اور ڈھٹائی کے ساتھ خلطِ مبحث میں مصروف ہیں۔

بات امام علی زین العابدین کے مکان کی ہے اور یہ برائے نام سعید صاحب کبھی امام حسین پہ لے کر جارہے ہیں اور کبھی مولا علی پہ لے کر جارہے ہیں۔

پروفیسر صاحب کی انتہائی گھٹیا حرکت:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

کون کہتا ہے شاہ صاحب؟ اور حضرت علی کا مکان پنج مرلے کا تھا۔ اور وہ بھی ان کے پاس نہیں رہنے دیا گیا۔ وہاں قبر کھود ڈالی گئی۔ سیدہ طیبہ طاہرہ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی۔ بھلا جس جس پنج مرلے کے مکان میں لوگ رہائش پذیر ہوں وہاں کوئی قبر کھودنے دیتا ہے؟

شاہ جی وہ بات کرو جو عقل کے پیمانے پر پوری تو اترے ناں۔

یہ ساری روایات ہم نے نکالی ہیں سب جرح سے بھرپور ہیں۔ کوئی صحیح بات نہیں ہے۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

یہاں بھی پروفیسر سعید اسعد صاحب کی دھوکے بازی دیدنی ہے۔

حضرت قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے بات کی سیدنا امام علی زین العابدین کے مکان کی۔۔۔جو اب بھی مدینہ مشرفہ میں موجود ہے۔
پروفیسر سعید اسعد اس کو کھینچ کر لے گئے سیدنا مولا علی مشکل کشا کی ذات تک۔
قارئین!
آپ اپنے اطمینان کے لیے حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کو ایک بار پھر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ سطورِ بالا میں موجود لنک پہ جا کر خود سنیں اور بغور سنیں کہ:
کیا حضرت قبلہ شاہ جی نے یہ کہا ہے کہ:
" مولا علی کا پنج مرلے کا مکان تھا اور وہ بھی ان کے پاس نہیں رہنے دیا گیا۔ وہاں سیدہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر بنا دی گئی"
کیا اس قسم کے جملوں کا حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو میں کوئی نام ونشان ہے؟ یا کوئی تعلق ، کوئی اشارہ، کوئی کنایہ ؟؟؟
اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس پروفیسر کو کوئی کہے کہ:
دین کی نہیں تو تھوڑی اپنی سفید داڑھی ہی کی حیا کر لیجیے۔۔۔!!!
سادات کی دشمنی میں کتنا گرو گے؟ اور کتنا گرو گے؟
جب ایک بات سرے سے حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو میں موجود ہی نہیں۔ شاہ جی قبلہ نے ایسی کوئی بات کی ہی نہیں کہ وہ مکان مولا علی سے یا امام علی زین العابدین سے چھین لیا گیا تھا۔۔۔جب ایسی کوئی بات حضرت قبلہ شاہ جی نے کی ہی نہیں تو پروفیسر صاحب! تھوڑی بہت شرم کرو۔۔۔ کیا آپ نے مرنا نہیں؟ مر کے جواب نہیں دینا؟

کیوں ناحق اہلِ اسلام کو اولادِ رسول ﷺ سے متنفر کر رہے ہو؟؟؟

قارئینِ کرام!

ہم پہلے بھی نشاندہی کر چکے ہیں لیکن یہاں تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ پروفیسر صاحب کیسی چالبازی اور دھوکے بازی سے کام لے رہے ہیں۔

یہی انداز علمائے یہود کا تھا۔ جن کے بارے میں اللہ جل وعلانے فرمایا:

﴿يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ [آل عمران: 78]

یعنی ایسے زبانیں مروڑ کر بات کرتے ہیں کہ تم ان کی گفتگو کو بھی کتاب کا حصہ سمجھو۔ حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں۔

بالکل وہی انداز اور وہی طرز پروفیسر سعید اسعد صاحب کا ہے۔ اللہ کریم ان کے شر سے امتِ مسلمہ کو نجات عطا فرمائے۔

پروفیسر صاحب کا یہودیانہ رویہ:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

پھر مولا حسن نے جو صلح کی تھی حضرت سیدنا معاویہ کے ساتھ۔ اس صلح کی شرائط کیا ہیں؟

بندہ۔بحول اللہ تعالی وقوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

کیا حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی کی مذکورہ بالا گفتگو میں حضرت سیدنا امام حسن کی

صلح کا کوئی ذکر ہے؟ صلح کی شرائط کا کوئی اشارۃ کنایۃ تذکرہ ہے؟

یقینا نہیں۔۔۔!!!

پھر اس موقع پر پروفیسر صاحب اس گفتگو کو کیوں لے کر آئے ہیں؟

آپ اندازہ کریں کہ یہ شخص کیسا گھناؤنا کھیل کھیل رہا ہے اور کیسی گھٹیا روش اپنائے ہوئے ہے۔

اگر آپ نے حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کا رد ہی کرنا تھا تو ان جملوں کا رد کرو جو جملے حضرت قبلہ شاہ جی نے کہے ہیں اور انہیں آپ نے اپنے کلپ کے ساتھ جوڑا ہے۔

وہ گفتگو جو حضرت قبلہ شاہ جی کے کلام کا حصہ ہی نہیں، اسے اپنی جیب سے نکال کر، ساتھ ملا کر، پھر حضرت قبلہ شاہ جی کو برا بھلا کہہ رہے ہو۔۔۔!!!وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

یہودیانہ روش کا تسلسل:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

پتا نہیں آپ لوگ من گھڑت قسم کی شرائط بیان کرتے ہو کہ ایک شرط یہ تھی دوسری شرط یہ تھی تیسری شرط یہ تھی چوتھی شرط یہ تھی۔ آپ گھڑ گھڑ کے شرطیں بیان کرتے ہو۔ اور حضرت معاویہ نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

یہ مقام بھی قابلِ غور ہے۔ کیا حضرت قبلہ شاہ جی کی مذکورہ بالا گفتگو میں کہیں آپ کو

اس قسم کی بات نظر آرہی ہے جو الزام پروفیسر سعید اسعد صاحب اُن پر لگارہے ہیں؟
افسوس ہے ان ظالموں پر۔۔۔اپنے تیئں دینی پیشوا بنے ہوئے ہیں لیکن کردار یہود وہنود سے بھی بدتر۔۔۔أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ

اول تو حضرت قبلہ شاہ جی نے زیرِ بحث گفتگو میں صلحِ سیدنا امام حسن کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ پھر شرائط کا ذکر تو ویسے ہی نہیں بنتا۔

ثانیا: مولوی سعید اسعد نے صحیح بخاری شریف پڑھ کر جو شرائط بتانے کی کوشش کی وہ بھی مولوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث جھوٹ نہیں۔ پروفیسر صاحب کے من گھڑت معنی جھوٹ ہیں۔

ان شاء اللہ عنقریب اس پہ گفتگو آرہی ہے۔

<u>برائے نام سعید صاحب نے کہا:</u>

اس کے لیے بخاری شریف میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں آپ کو۔ کتاب الصلح نکالیے۔ حدیث نمبر ہے2704

اور پوری سند ہے اس کے ساتھ۔ آخر میں بیان کرتے ہیں حضرت سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

اللہ کی قسم!

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لشکر لے کر <u>پہاڑوں میں پہنچے</u>

یعنی لشکر تھا آپ کے ساتھ۔ کوئی ایریا تھا پہاڑی وہاں پہنچے۔

بندہ۔بحول اللہ تعالیٰ و قوتہ۔کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

بخاری شریف کی یہ حدیث پڑھ کر صلح امام حسن کی شرائط بیان کی جارہی ہیں۔اور حضرت قبلہ شاہ جی کا رد کیا جارہا ہے۔پھر اسی سمع خراشی میں پروفیسر سعید اسعد صاحب نے کئی منٹ لگا دیئے۔

حالانکہ حضرت قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ جی نے صلحِ امام حسن کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا۔اس طرح کی کوئی بات ہی نہیں کی۔

پروفیسر صاحب کا دوہرا معیار:

میں سطورِ بالا میں عرض کرچکا کہ دیوبندیوں پر اعتراض ہوتا ہے تو پروفیسر صاحب ویڈیو کلپ کے ذریعے ان کا دفاع کرتے ہیں۔لیکن جب بات رسول اللہ ﷺ کی اولاد کی آتی ہے تو اپنی جیب سے گھڑ گھڑ کر خود سے ہی ساداتِ کرام پر اعتراض بنالیتے ہیں۔۔۔

یہ آلِ رسول ﷺ سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر پروفیسر سعید اسعد صاحب کے دل میں آلِ رسول ﷺ کی دشمنی نہیں تو پھر اپنی جانب سے خود ہی مفروضے گھڑ کر قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کو برا بھلا کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

پروفیسر صاحب کی علمی اوقات:

قارئینِ کرام!

ہم نے "گھر یا گھاٹ کوئی ایک چن لیں" کے اندر پوری کوشش کی تھی کہ پروفیسر صاحب کے قد کاٹھ اور ان کے احترام کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے گفتگو کی جائے۔

لیکن پروفیسر صاحب نے جوابی طور پر وہی کردار ادا کیا جو کئی سال سے برائے نام اشرف (دجالی) کر رہا ہے۔

اس لیے ہم نے کسی قدر پروفیسر سعید اسعد صاحب کی حقیقت آشکار کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ اگر وہ شخص خود واپس نہیں آتا تو کم از کم اس کے جال میں پھنسنے والے لوگ تو متنبہ ہو جائیں اور اس ناصبی الفکر شخص کی باتوں میں آکر خاندانِ رسول ﷺ سے اپنا ناتا نہ توڑیں۔

یہاں ہم قارئین کو پروفیسر صاحب کی علمی اوقات بتانا چاہیں گے۔ حضرت کے شاگرد کہتے ہیں کہ:

حضرت اتنے بڑے عالم ہیں کہ کوئی بندہ حضرت کے ٹخنے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت کو عربی عبارت کا اردو ترجمہ کرنا بھی نہیں آتا۔ ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ ورنہ جو شخص یوں کہے:

اور میں رضی اللہ عنہ بھی۔۔۔ اللہ جس سے راضی ہو جائے۔

اسی ایک جملے سے بھاری بھر کم مناظر صاحب کے علم کی قلعی کھل جاتی ہے کہ موصوف کو جملہ خبریہ و انشائیہ کے بیچ فرق کرنا بھی نہیں آتا۔

لیکن ہم بقصدِ اختصار صرف ایک مثال کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ: یہ بندہ عربی عبارت کو دیکھ کر اردو ترجمہ کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اور اپنے تئیں بڑا پھنے خان مناظر بنا پھر رہا ہے۔

حضرت کی گفتگو کے یہ جملے ملاحظہ فرمائیں:

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لشکر لے کر پہاڑوں میں پہنچے۔

یعنی لشکر تھا آپ کے ساتھ۔ کوئی ایریا تھا پہاڑی وہاں پہنچے۔

قارئین!

کیا آپ جانتے ہیں کہ پروفیسر صاحب "پہاڑوں میں پہنچے" اور "کوئی ایریا تھا پہاڑی وہاں پہنچے" کس لفظ کے معنی کر رہے ہیں؟

میں آپ کے سامنے صحیح بخاری شریف کی وہی حدیث جس کا سعید اسعد صاحب نے حوالہ دیا۔۔۔ اس کی اصل عبارت آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

حضرت حسن بصری نے کہا:

اسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ

قارئینِ کرام!

یہ ہیں وہ الفاظ جن کے معنی پروفیسر صاحب کر رہے ہیں:

"پہاڑوں میں پہنچے"، "کوئی ایریا تھا پہاڑی وہاں پہنچے"

یہ ہے پروفیسر صاحب کی علمی اوقات۔۔۔!!!

لفظِ "جبال" دیکھا تو اتنا اندازہ لگا لیا کہ بات پہاڑوں کی ہو رہی ہے۔ لیکن چونکہ معنی کرنا آتے نہیں۔ لہذا تکا مارتے ہوئے کہا:

"پہاڑوں میں پہنچے"، "کوئی ایریا تھا پہاڑی وہاں پہنچے"

حالانکہ عربیت کے ابتدائی طلبہ سے بھی پوچھا جائے کہ اس جملے کے معنی کیا ہیں تو وہ بھی کہیں گے:

اللہ کی قسم! سیدنا امام حسن بن علی (علیہما السلام) نے پہاڑوں جیسے لشکر کے ساتھ جناب معاویہ کا سامنا کیا۔

قارئین کرام!

اندازہ کرلیں۔ حضرت کی دیانت کا بھی اندازہ کرلیں اور حضرت کے علمی زور کا اندازہ بھی کرلیں۔

اور یہ چلے ہیں سیدوں کو تڑیاں لگانے۔۔۔ شاہ جی! اس طرح کی باتوں سے باز آ جایئے! کہیں ہمیں کھل کر آپ کے سامنے نہ آنا پڑے۔

ذات دی کوڑ کلی تے شہتیراں نوں جپھے۔۔۔!!!

بھئی آپ کھل کر سامنے آجاؤ گے تو کیا کرو گے؟

ایک سطر عربی کا ترجمہ تو آپ کو آتا نہیں اور ڈائیلاگ ایسے مار رہے ہو جیسے بڑے طرم خان ہو۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب!

ہم بھی آپ سے یہی کہہ رہے ہیں کہ: ایسی حرکتوں سے باز آجایئے۔۔۔!!!

ورنہ ابھی تو آپ کی حقیقت سے صرف ایک پردہ ہٹایا ہے۔ اگر قصہ طویل ہوا تو منہ دکھانے کے لائق بھی نہیں رہو گے۔۔۔!!!

عزت اسی کی ہو گی جو آلِ رسول ﷺ کی عزت کرے گا۔۔۔!!!

مسلمانو! سازش سمجھو:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

پھر آخر کار حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش کی شاخ بنو عبد شمس اس کے دو بھنجے۔ دو۔۔۔ بندے حضرت سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔

وہ کون تھے:

عبد الرحمن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریز۔

حضرت معاویہ نے ان دونوں سے کہا کہ:

آپ ایسے کرو۔ حضرت حسن بن علی کے پاس جاؤ۔ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو۔ کیونکہ صلح بہتر ہوتی ہے نا۔ صلح پیش کرو۔ اور ان سے صلح کے معاملے میں گفتگو کرو۔ بات چیت کرو۔ اور فیصلہ جو ہے تم نے خود نہیں کرنا۔ فیصلہ حسن کی مرضی پر چھوڑ دینا۔

یہ جو دو بندے گئے تھے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کو آرڈر کیا تھا؟ وہ نواسۂ رسول ہیں۔ فیصلہ ان کی مرضی پر چھوڑ دینا۔ جو فیصلہ کریں گے قبول ہے۔ چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی۔ اور فیصلہ بھی حضرت حسن کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب کی سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

اس گفتگو میں پروفیسر سعید اسعد صاحب یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ صلح میں پہل سیدنا امام حسن کے بجائے دوسری جانب سے ہوئی۔

قارئینِ کرام!

کیسا ظلم ہے۔۔۔!!! کیسی ستم ظریفی ہے۔۔۔!!!

سیدنا امام حسن کی وہ خوبی اور کمال جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں دے دی تھی۔۔۔ امامِ حسن علیہ السلام سے وہ خوبی بھی چھیننے کی کوشش کی جارہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی "اس کی وجہ سے" اہلِ اسلام کے دو بڑے لشکروں کے بیچ صلح فرمائے۔

قارئینِ کرام!

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ صلح کا تعلق دونوں فریقوں سے ہوتا ہے۔ کوئی ایک فریق اکیلا صلح نہیں کر سکتا۔ لہذا جن دو لشکروں کے بیچ صلح ہوئی، فعلِ صلح میں تو دونوں شریک ہوئے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ:

صلح کی پیشکش امام حسن کی جانب سے نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ کے سامنے دوسری جانب

سے صلح پیش کی گئی اور آپ نے اسے قبول کر لیا۔۔۔

تو بتایئے کہ اس صلح میں امام حسن کا خصوصی کردار کیا بنا؟؟؟

اور اگر امام حسن کا اس میں کوئی خصوصی کردار نہیں تھا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس بیٹے کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ

یعنی ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی "اس کے ذریعے"، "اس کی وجہ سے"، "اس کے سبب سے" صلح فرمائے۔

سوال یہ ہے کہ:

اگر صلح کی پیشکش امام حسن کی جانب سے نہ تھی۔۔۔ بلکہ جانبِ مقابل نے کی تھی۔ اور امام حسن نے صرف اس پیشکش کو قبول کر کے فعلِ صلح جو جانبین کے ساتھ قائم ہے، صرف اس میں شرکت فرمائی تھی تو پھر سیدنا امام حسن کی کونسی امتیازی حیثیت ہے جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی اور یہ بھی فرمایا:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ

بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانِ گرامی واضح دلیل ہے کہ اس صلح کے معاملے میں بنیادی کردار سیدنا امام حسن کا ہے۔

لیکن برا ہو ناصبیت کا۔۔۔!!! آلِ رسول ﷺ کے خصائص کو اتار اتار کر دوسروں کو دیا جا رہا ہے اور آلِ پاک کو ایک عام مسلمان اور وہ بھی بمشکل تمام مانا جا رہا ہے۔

پروفیسر کا امام حسن پہ بہتان:

برائے نام سعید نے کہا:

انہوں نے کہا:

ہاں۔ ہم جو بنو عبد المطلب ہیں ناں۔ ہم کو ناں خلافت کی وجہ سے پیسے خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔

حضرت امام حسن مجتبی نے ان دو بندوں سے یہ کہا:

عادت ہو گئی ہے پیسہ خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو۔

اور جس کے پاس پنج مرلے کا مکان ہو وہ یہ کہتا ہے؟ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے ہمیں۔

اور ہمارے ساتھ یہ لوگ جو ہیں ناں جو ہمارے لشکر میں ہیں۔ یہ لڑنے میں بڑے طاق ہیں خون خرابہ کرنے میں بڑے ہوشیار ہیں بڑے ماہر ہیں۔ اور یہ بغیر پیسے کے ماننے والے بھی نہیں ہیں۔

شاہ جی بخاری شریف پڑھ لیجیے گا۔

اب یہ مولا حسن صلح کی شرط پیش کر رہے ہیں۔ کہ بغیر پیسے کے ماننے والے نہیں ہیں۔

تو اب ان دونوں نے کہا کہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا پیسہ دینے پر تیار ہیں۔ راضی ہیں۔ جتنے پیسے کی آپ ڈیمانڈ کر رہے ہو ناں، وہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ اور آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔

فیصلہ بھی انہوں نے آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے۔

توحضرت سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالی عنہ آپ نے فرمایا بھئی کون گارنٹی لے گا؟

ان دونوں نے کہا جی کہ ہم گارنٹر ہیں اس کے۔ ہم اس کی ذمے داری لیتے ہیں۔

حضرت امام حسن مجتبی جس جس چیز کے بارے فرماتے کہ:

یہ چاہیے۔ یہ چاہیے۔ یہ چاہیے۔ یہ چاہیے۔

وہ دونوں بندے کہتے تھے: جی ہم اس کے ضامن ہیں۔ بالکل آپ کی مرضی کے مطابق صلح ہو گی۔

آخر میں حضرت امام حسن مجتبی نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

راقم الحروف نے گفتگو کی ابتدا میں کہا تھا کہ:

علماء دو طرح کے ہیں۔

ایک: "وَرَثَة الْأَنْبِيَاء"

اور دوسرے: "شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ"

پروفیسر سعید اسعد صاحب کا شمار دوسری قسم کے علماء اور ان کی بھی بدترین کیٹیگری میں میں ہوتا ہے۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں جذبات یا پروفیسر صاحب پر کسی غصے کی وجہ سے ایسا کہہ رہا

ہوں۔ میں سطورِ بالا میں بار بار باور کروا چکا ہوں کہ پروفیسر سعید اسعد صاحب برائے نام سعد۔ اسعد ہیں اور "وَرَثَة الْأَنْبِيَاء" کہلانے کے تو سرے سے لائق ہی نہیں۔

لیکن یہاں پہنچ کر تو پروفیسر سعید اسعد صاحب نے آلِ رسول ﷺ سے دشمنی اور گھٹیا پن کی ساری حدیں پار کر دی ہیں۔

بالفاظِ دیگر:

اپنی ذات دکھا دی ہے۔۔۔!!!

آپ پروفیسر صاحب کی گفتگو کو بغور پڑھیں اور موصوف کے ناپاک عزائم اور بدنیتی کا اندازہ لگائیں۔

کیا اس گفتگو میں صاف صاف یہ تاثر نہیں دیا جا رہا کہ:

امام حسن نے پیسے لے کر صلح کی؟

امام حسن نے کہا کہ ہمیں خلافت کی وجہ سے پیسے خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔۔۔

خرچ کرو۔۔۔ خرچ کرو۔۔۔ خرچ کرو۔۔۔ خرچ کرو۔۔۔!!!

امام حسن نے کہا:

یہ چاہیے۔۔۔ یہ چاہیے۔۔۔ یہ چاہیے۔۔۔۔ یہ چاہیے۔۔۔!!!

اور پھر منہ مانگی رقم لے کر سیدنا امام حسن نے صلح کر لی۔۔۔!!!

قارئینِ کرام!

اگر ایک عام آدمی کا یہ کردار بیان کیا جائے تو اس کے لیے باعثِ عار ہوتا ہے۔۔۔ کیا امام حسن جیسی شخصیت کے بارے میں یہ بکنا جائز ہو سکتا ہے؟؟؟

آلِ پاک کی گستاخی سب سے آسان:

لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ:

اس امت میں سب سے زیادہ آسان رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی گستاخی ہے۔

کیونکہ جیسے ہی کوئی کمینہ ناصبی خاندانِ رسالت کی گستاخی کرتا ہے۔ روافض کی مخالفت میں نام نہاد سنیوں کی جانب سے اسے تحفظ فراہم کر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ گستاخی خاندانِ رسالت کی ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ گستاخی ایک ایسی شخصیت کی ہے جن کی روافض کے ہاں اہمیت وحیثیت ہے۔

پس اس سنی شیعہ جھگڑے میں مظلومانِ آلِ رسول ﷺ کا خون، ان کی عزتیں، ان کے نفوسِ قدسیہ سستے ہو کر رہ گئے ہیں فإلى الله المشتكى

کوئی بھی کمینہ اٹھ کر کچھ بھی بھونک دیتا ہے اور نام نہاد سنی اسے روافض مخالفت میں تحفظ مہیا کر دیتے ہیں۔

جگر گوشۂ رسول ﷺ کی گستاخی:

جگر گوشۂ رسول ﷺ کی گستاخی کے موقع پر کیا ہوا؟

جتنی بڑی بکواس اُس لعین نے رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر کے لیے کی۔ اگر اس کا کروڑواں حصہ کسی ایسے شخص کے بارے میں بولا جاتا جس کا صحابی ہونا بھی مختلف فیہ ہو، تو یقین جانیے کہ آسمان سر پہ اٹھا لیا جاتا۔ پہلے اس کی صحابیت کو قطعی ٹھہرایا جاتا، پھر گستاخی کو کفریات تک پہنچا دیا جاتا۔

اعتراض یہ نہیں کہ صحابہ کرام کا دفاع کیوں کیا جاتا ہے؟ صحابہ کرام کا دفاع تو واجباتِ دینیہ سے ہے۔ اعتراض اس ناانصافی پر ہے کہ: جب بات رسول اللہ ﷺ کی لختِ جگر

کی آئی تو نام نہاد سنیوں کی ہمدردیاں اُس لعین کے ساتھ ہو گئیں جس نے وہ گھٹیا حرکت کی، جس کا ارتکاب یزید نے بھی نہ کیا۔

سعید اسعد، اشرف دجالی کا حامی:

ہمارے بعض دوست اس شبے میں ہیں کہ پروفیسر سعید اسعد صاحب نے جگر گوشۂ رسول ﷺ کی گستاخی کے موقع پر برائے نام اشرف (دجالی) کی مخالفت کی تھی۔ تو شاید موصوف کے دل میں خاندانِ رسول ﷺ کے لیے کوئی گنجائش ہے۔

لہذا احباب کو اطلاع دینا چاہوں گا کہ:

یہ مولوی صاحب اپنے مقاصد کے لیے کسی حد تک جا سکتے ہیں۔

جی ہاں!

جب یہ مولوی صاحب اشرف آصف دجالی سے مناظرہ کے لیے تیار تھے، اس وقت بھی موصوف اشرف آصف دجالی کو غلط نہیں سمجھتے تھے۔

جی ہاں!

آپ اس بات پر اعتماد رکھیں کہ حضرت کو اشرف آصف دجالی کی گستاخی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یہ برائے نام سعید اس رذیل دجالی کے موقف کو درست جانتے تھے۔

آپ کہیں گے کہ: پھر مناظرے کی باتیں اور شور شرابا۔۔۔ یہ سب کیا تھا؟

تو محترم قارئین!

یہی تو ان مولوی صاحب کا پیچ پن ہے۔ ظاہری طور اشرف دجالی کو غلط بھی کہا، مناظرہ کی بات بھی کی لیکن اندر سے دجالی کو غلط نہیں سمجھتے تھے۔

رہا یہ سوال کہ:

پھر مناظرے کی باتیں کیوں ؟؟؟

تو اس سلسلے میں جو لوگ چند سال پہلے برائے نام اشرف (دجالی) اور برائے نام سعید اسعد صاحب کے بیچ ہونے والے جھگڑے کی اطلاع رکھتے ہوں، انہیں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اصل میں اشرف آصف دجالی اور سعید اسعد کا پرانا جھگڑا تھا۔ سعید اسعد اس جھگڑے میں آصف دجالی کو کماحقہ ذلیل کرنے سے قاصر رہا تھا۔ پس اسی دوران اشرف دجالی نے بکواس مار دی اور جگر گوشۂ رسول ﷺ کی گستاخی کر ڈالی۔ پس باوجودیکہ پروفیسر سعید اسعد اس موقف کو غلط نہیں سمجھتا تھا، لیکن یہ شخص ایسا ہے کہ اشرف دجالی کے خلاف بھڑاس نکالنے اور اپنے پرانے جھگڑے کا غصہ نکالنے کی خاطر آصف دجالی کے خلاف میدان میں نظر آنے لگ گیا۔

بس اتنی سی ہے اس شخص کی للّٰہیت۔۔۔

یہ ہے وہ بھاری بھرکم شخصیت جس کو لوگ "وَرَثَة الأَنْبِيَاء" سمجھے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ یہ شخص "شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" کا مصداق ہے۔

قارئینِ کرام!

جو شخص اپنی ذاتی رنجش کو مذہبی اختلاف کا رنگ دے سکتا ہو۔۔۔

کیا آپ اسے دیانتدار کہہ سکتے ہیں؟

کیا اس کی تشریحاتِ دینیہ پر اعتماد کر سکتے ہیں؟

کیا وہ شخص دینی پیشوا کہلانے کے لائق ہے؟
ان لوگوں کا دین، ان کا مذہب پیسہ اور لوگوں کے بیچ واہ واہ ہے۔ ان لوگوں کو نہ اسلام سے کوئی سروکار ہے اور نہ ہی مسلمانوں سے۔ اسلام یا اہلِ اسلام کا کوئی بھی نقصان ہو، اس قسم کے لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔
یہی ہے وہ شخص جس کا نام "سعید" تھا اور پھر "اسعد" کا لاحقہ بھی لگ گیا۔
اگر "سعید" بلکہ "اسعد" ایسے ہوتے ہیں تو برنگِ اعلیحضرت:
؎اس بری سعادت پہ لعنت کیجیے۔۔۔!!!
البتہ ایک سوال باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ:
یہ صرف تخمینہ اور اندازہ ہے کہ:
سعید اسعد صرف ذاتی جھگڑے کی خاطر آصف دجالی کے خلاف تقریریں کر رہا تھا اور حقیقت میں اس کا موقف بھی وہی ہے جو گستاخِ جگر گوشۂ رسول ﷺ لعین اشرف دجالی کا ہے۔
یہ صرف اندازہ ہے یا اس پہ کوئی دلیل بھی ہے؟
تو اس سلسلے میں دلیل پروفیسر سعید اسعد کا اپنا اقرار ہے جو اس نے خطیب العصر، خطیبِ یورپ حضرت علامہ قبلہ پیر یمین الدین برکات احمد چشتی صاحب (برطانیہ) سے گفتگو کے دوران کیا۔
اگر کسی کو تسلی کرنی ہو تو حضرت قبلہ پیر یمین الدین برکات احمد چشتی صاحب اس بات پہ گواہی کے لیے بھی موجود ہیں۔ اللہ کریم ان کو حیاتِ خضری سے نوازے۔

قارئینِ ذی قدر!

میں سلسلۂ گفتگو وہیں جوڑنا چاہوں گا جہاں بات چھوڑی تھی۔ پروفیسر سعید اسعد کی مذکورہ بالا گفتگو سے اس شخص کی بدنیتی، آلِ رسول ﷺ دشمنی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔

صلح کا مذکورہ بالا نقشہ، مدحت یا مذمت؟

اگر امام حسن کی جانب سے صلح کے موقع پر وہ کردار اپنایا گیا جس کی عکاسی سعید اسعد نے کی ہے۔۔۔ تو ہر عقل مند شخص کہے گا کہ یہ صلح قابلِ تعریف نہیں بلکہ لائقِ مذمت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس نواسے کی امتیازی شان بیان کرتے ہوئے بر سرِ منبر فرمایا تھا:

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی "اس کی وجہ سے " اہلِ اسلام کے دو بڑے لشکروں کے بیچ صلح فرمائے۔

اس فرمانِ عالی کی کیا حیثیت رہ جائے گی؟

پہلے تو ان بدبختوں نے صلح کی پیشکش کو امام حسن کے ہاتھ سے نکال کر دوسری جانب دے دیا۔

اور پھر صلح کے دوران امام حسن کا وہ کردار پیش کیا، جو ایک عام عزت دار آدمی کو زیب نہیں دیتا، چہ جائیکہ سید شبابِ اہل الجنۃ کو اس کردار کا حامل مانا جائے۔

آخر یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟

اگر ان لوگوں کو خاندانِ رسول ﷺ سے اتنا ہی بغض ہے تو جیسے پروفیسر سعید اسعد نے حضرت قبلہ شاہ جی کو کہا:

سیدھا سیدھا شیعوں کی صف میں شامل ہو جائیے۔

اسی کے جواب میں راقم الحروف پروفیسر سعید اسعد کے رنگ میں ان کو کہتا ہے کہ:

اگر آپ کو خاندانِ رسول ﷺ سے اتنی ہی تکلیف ہے تو رسول اللہ ﷺ کا کلمہ بھی چھوڑ دیجیے۔ جو خاندان آپ کو پسند ہے اس کا کلمہ پڑھ کر ان کی صف میں شامل ہو جائیے۔۔۔!!!

پروفیسر صاحب!

شرم آنی چاہیے آپ لوگوں کو۔۔۔!!!

سینکڑوں ہزاروں لوگ آپ کو اپنا دینی پیشوا مانتے ہیں اور آپ کی حالت یہ ہے کہ جتنا آپ کا جثہ ہے اتنی ہی آپ کے اندر خاندانِ رسول ﷺ کی نفرت بھری ہوئی ہے۔

پروفیسر صاحب کا بدترین جھوٹ اور بددیانتی:

قارئینِ کرام!

برائے نام سعید کے یہ جملے ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں:

انہوں نے کہا:

ہاں۔ ہم جو بنو عبد المطلب ہیں ناں۔ ہم کو ناں خلافت کی وجہ سے پیسے خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ نے ان دو بندوں سے یہ کہا:
عادت ہو گئی ہے پیسہ خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو۔
قارئینِ کرام!
کیا آپ جانتے ہیں کہ پروفیسر سعید اسعد نے یہ ترجمہ اور مفہوم حدیث کے کس جملے کا کیا ہے؟
حدیث کے الفاظ ہیں:
فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ
یہ وہ جملہ ہے جس کے معنیٰ پروفیسر صاحب یہ کر رہے ہیں کہ:
انہوں نے کہا:
ہاں۔ ہم جو بنو عبد المطلب ہیں ناں۔ ہم کو ناں خلافت کی وجہ سے پیسے خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔
حضرت امام حسن مجتبیٰ نے ان دو بندوں سے یہ کہا:
عادت ہو گئی ہے پیسہ خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو۔
قارئینِ کرام!
اندازہ کیجیے اس مولوی کی بد نیتی اور بد دیانتی کا۔۔۔!!!
صحیح بخاری کی جو حدیث یہ پڑھ رہا ہے اس میں سیدنا امام حسن علیہ السلام کے متعلقہ الفاظ صرف اتنے ہیں:
إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ

جس کے سیدھے سادے معنی یہ ہیں کہ: ہم بنو عبد المطلب اس مال میں سے کچھ خرچ کر چکے ہیں۔

کیا پروفیسر سعید اسعد اپنی ساری ذریت کے ساتھ مل کر:

قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ

سے وہ معنی نکال سکتے ہیں جو موصوف نے امامِ حسن کی کردار کشی کی غرض سے بیان کیے ہیں۔۔۔؟؟؟

گھٹیا پن کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ بے انتہا گھٹیا ہوتے ہیں۔

اہلِسنت کا منہج تو یہ رہا کہ جو لوگ سیدنا مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا کے مقابل جنگ کرنے نکلے۔۔۔ ان میں سے جو صحابہ ہیں ان کا بقدرِ امکان دفاع کیا جائے۔

لیکن اس بد بخت ٹولے نے تو خاندانِ رسول ﷺ ہی کو مجرم باور کروانا شروع کر دیا۔

تا کہ لوگ خاندانِ رسول ﷺ کے دفاع میں ہی لگے رہیں۔ نہ اس سے فارغ ہو سکیں اور نہ دوسری جانب ان کی توجہ جائے۔

یہی حرکتیں پروفیسر سعید اسعد صاحب کی جاری ہیں۔

پہلے سیدنا مولائے کائنات کے لشکر کو قاتلِ عمار قرار دیا۔

اور اب صلح کے موقع پر امام حسن کو "مال خور" ظاہر کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

حقیقتِ واقعیہ:

حقیقت یہ ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام لشکر سمیت تشریف فرما ہوئے تو حالات کے پیشِ نظر آپ کو یقین ہو گیا کہ بغیر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے قتل ہوئے کوئی فیصلہ نہیں ہو پائے گا۔ پس آپ نے مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر یہ فیصلہ کیا

کہ حکومت جناب معاویہ کو سونپ دی جائے۔ لیکن یہ خدشہ ضرور تھا کہ پچھلے عرصے میں، جتنا عرصہ سیدنا امام حسن بر سرِ خلافت رہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس عرصے میں خرچ کیے گئے اموال اور اس سے پہلے ہونے والے جھگڑوں کو لے کر دوبارہ فساد کی کوئی راہ نکل آئے۔

لہذا آپ ان اموال اور اس دوران بہنے والے خونوں کے معاملے کو صلح کے موقع پر واضح کر دینا چاہتے تھے۔

ان اموال کے لیے فرمایا:

إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ

اور اس دوران بہہ جانے والے خونوں کے بارے میں فرمایا:

وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا

حاصلِ گفتگو یہ تھا کہ:

ہم بنو عبد المطلب اس سے پہلے کچھ مال خرچ کر چکے ہیں۔ اور یہ گروہ خونریزی کا ارتکاب کر چکا ہے۔

یعنی ان کا معاملہ واضح ہو جانا چاہیے تاکہ کل کو دوبارہ فساد کی راہ نہ نکلے۔

قارئینِ کرام!

اصل بات اتنی سی ہے جو سیدنا امام حسن نے اس موقع پر دو جملوں میں بیان فرمائی۔

لیکن سعید اسعد صاحب کی بدنیتی اور خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کا عالم یہ ہے کہ:

ایک طرف امام حسن کے ذمے لگا دیا کہ ہم بنو عبد المطلب خرچ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔۔۔ خرچ کرو، خرچ کرو، خرچ کرو، خرچ کرو۔ اور دوسری طرف امام حسن کے

لشکر کے بارے میں چھوڑ دی کہ بغیر پیسوں کے راضی نہیں ہو گا۔
پروفیسر صاحب کی ناپاک گفتگو ایک بار پھر ملاحظہ ہو:
انہوں نے کہا: ہاں۔ ہم جو بنو عبد المطلب ہیں ناں۔ ہم کو ناں خلافت کی وجہ سے پیسے خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔
حضرت امام حسن مجتبی نے ان دو بندوں سے یہ کہا: عادت ہو گئی ہے پیسہ خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو خرچ کرو۔
پھر کہا:
اور ہمارے ساتھ یہ لوگ جو ہیں ناں جو ہمارے لشکر میں ہیں۔ یہ لڑنے میں بڑے طاق ہیں خون خرابہ کرنے میں بڑے ہوشیار ہیں بڑے ماہر ہیں۔ اور یہ بغیر پیسے کے ماننے والے بھی نہیں ہیں۔
شاہ جی بخاری شریف پڑھ لیجیے گا۔
اب یہ مولا حسن صلح کی شرط پیش کر رہے ہیں۔ کہ بغیر پیسے کے ماننے والے نہیں ہیں۔
ویسے تو پروفیسر صاحب کچھ بھی ثابت کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ اب صرف چھپنے کی پوزیشن میں ہیں۔ لیکن پھر بھی میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ:
اگر حقیقتِ حال ویسی ہے جیسی آپ نے گھڑی ہے کہ سیدنا امام حسن نے اپنے لیے بھی مال مانگا اور اپنے لشکر کے لیے بھی۔
تو ذرا کسی معتبر سند کے ساتھ بیان کیجیے کہ:
امام حسن نے لشکر کے ہر فرد کے لیے کتنا کتنا مال مانگا تھا؟

اور جنگ بندی کے لیے لشکر کے ایک ایک فرد کو کتنا کتنا مال دیا گیا؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

پروفیسر صاحب کی بدنیتی کی ایک اور دلیل:

برائے نام سعید نے کہا:

اور جس کے پاس پنج مرلے کا مکان ہو وہ یہ کہتا ہے؟ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے ہمیں۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

ایک بار پر پ پروفیسر سعید اسعد صاحب کی بدنیتی ملاحظہ کریں۔

حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی نے پانچ مرلے کا مکان سیدنا امام علی زین العابدین کا بتایا۔ جو مدینہ مشرفہ میں اس وقت بھی موجود ہے اور پانچ مرلے سے بھی کم رقبہ پر مشتمل ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب ایسے دھوکے باز ہیں کہ امام علی زین العابدین کی بات کو سیدنا امام حسن کے ساتھ جوڑ رہے ہیں۔

اور اسی ایک جملے میں دوسرا دھوکا بھی ہے۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں حدیث کے الفاظ بتائے۔ حضرت سیدنا امام حسن نے یہ کہا ہی نہیں کہ:

پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے ہمیں۔

پروفیسر صاحب اپنی ایک دو نسلوں کو ساتھ ملالیں جب بھی حدیث کے الفاظ سے یہ معنی نکالنے سے قاصر رہیں گے۔

صلح کا سہرا:

برائے نام سعید نے کہا:

تو اب ان دونوں نے کہا کہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا پیسہ دینے پر تیار ہیں۔ راضی ہیں۔ جتنے پیسے کی آپ ڈیمانڈ کر رہے ہو ناں، وہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ اور آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔

بندہ ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

غور کیجیے! صلح کا سہرا کس کے سر باندھا جا رہا ہے۔۔۔؟؟؟

اس وقت خلیفہ بر حق سیدنا امام حسن تھے۔ اربابِ حل و عقد کی طرف سے آپ کی بیعت کو کئی مہینے گزر چکے تھے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی صلح کا سہرا سیدنا امام حسن ہی کے سر سجایا تھا۔

لیکن پروفیسر باور کروا رہا ہے کہ:

صلح کا سہرا جانبِ مقابل پہ جاتا ہے۔ رہی بات امام حسن کی تو انہوں نے پیسے لے کر صلح کی۔ انہوں نے جو جو مانگا، جانبِ مقابل نے ان پر عنایتوں کی بارش برساتے ہوئے سب کچھ دے دیا۔

ہم نہیں چاہتے کہ ہم ان مشاجرات کو لے کر صحابہ کرام میں سے کسی پر طعن کریں اور نہ ہی یہ ہمارے اسلاف کا منہج رہا ہے۔

لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ: ظالمو!

تھوڑی سی تو شرم کرو۔ جانبِ مقابل کے دفاع کے لیے خاندانِ رسول ﷺ کو تو دیوار کے ساتھ مت لگاؤ۔۔۔!!!

پیسے کی ڈیمانڈ نہ تو امام حسن کے شایانِ شان تھی اور نہ ہی آپ کی جانب سے اس طرح کا کوئی تقاضا ہوا۔ بلکہ آپ نے واضح لفظوں میں فرمایا تھا:

وأما المال فليس لمعاوية أن يشرط لي في المسلمين

رہی بات مال کی تو معاویہ کو کوئی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کے بیچ میرے لیے کوئی شرط کرے۔

(الفتوح لابن اعثم ج3 ص290)

لیکن کہتے ہیں کہ:

المرء يقيس على نفسه

یعنی بندہ اپنے آپ پر قیاس کرتا ہے۔

جو لوگ پیسوں کی خاطر دین کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ کلمہ رسول اللہ ﷺ کا پڑھ کر پیسوں کی خاطر رسول اللہ ﷺ ہی کے خاندان سے دشمنی کیے جا رہے ہیں۔۔۔ وہ سیدنا امام حسن کو بھی اپنے آپ پر قیاس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید انہوں نے بھی پیسے کے لالچ میں صلح کی۔ معاذ اللہ من ذلک

<u>برائے نام سعید صاحب نے کہا:</u>

حضرت علی کا لشکر بھی مسلمانوں کا لشکر تھا۔ حضرت علی بھی مسلمان تھے۔ اگرچہ ان میں چند حضرت عثمانِ غنی کے باغی مل گئے تھے۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

اس شخص کا اسلوبِ گفتگو دیکھیے۔

مولائے کائنات کی شخصیت پر مہربانی کر رہا ہے اور انہیں مسلمان قرار دے رہا ہے۔

جو معیارِ ایمان۔۔۔جو مدارِ حق۔۔۔انہیں بمشکل تمام مسلمان قرار دینا اور ساتھ ہی کمزوری بھی بتا دینا کہ:

اگر چہ کچھ باغی مل گئے تھے، لیکن بہر حال تھے حضرت علی مسلمان۔

کیسا ناپاک اسلوب ہے۔۔۔!!! کیسا گھٹیا طریقہ ہے اس شخص کا۔۔۔!!!

مولا علی پہ احسان کر رہا ہے کہ اس نے انہیں مسلمان قرار دے دیا۔

پروفیسر سعید کا ایک اور بہتان:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

آپ لوگوں کو اپنا مرید بنانے کے لیے خوامخواہ کی باتیں کرتے ہیں:

ولی ہوتا ہی وہ ہے جس کے اندر فاطمی خون ہو۔

آپ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔کہتا ہے:

قارئینِ کرام!

پروفیسر صاحب کے ان جملوں کو پڑھیں اور سطورِ بالا میں حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کیا شاہ جی قبلہ نے ایسا کوئی جملہ بولا جو برائے نام سعید صاحب حضرت قبلہ شاہ جی کے ذمے لگا رہے ہیں۔۔۔؟؟؟

اگر نہیں بولا اور یقینا نہیں بولا تو پھر مل کر جھوٹوں پہ اللہ کی لعنت بھیجیں۔

حضرت قبلہ شاہ جی نے ہر گز یہ نہیں کہا کہ: ولی ہوتا ہی وہ ہے جس کے اندر فاطمی خون ہو۔

حضرت قبلہ شاہ جی نے فرمایا تھا:

آج بھی اگر کوئی فقیری ہے ناں تو وہ علی کے دامن میں ہے۔ مجدد صاحب نے فرمایا: جو علی اور بارہ اماموں کا قائل نہیں اس کو ولایت مل ہی نہیں سکتی۔

حضرت قبلہ شاہ جی نے فقیری کے لیے مولائے کائنات کے دامن سے وابستگی ضروری قرار دی۔ اور راقم الحروف نے سطورِ بالا میں حضرت شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے حضرت قبلہ شاہ جی کی گفتگو کی دلیل بھی ذکر کر دی ہے۔

لیکن مولوی سعید چار سو بیسی نہ کرے تو پھر میدان کیسے جیتے گا۔۔۔ حضرت قبلہ شاہ جی نے مولا علی کے دامن سے وابستگی کی بات کی ہے اور مولوی سعید اسعد نے "فاطمی خون" خود سے بنالیا۔

برائے نام سعید نے کہا:

ہم حدیث بھی وہ مانتے ہیں جو قرآنِ کریم کے مطابق ہو۔ قرآن کی مخالف نہ ہو۔

بندہ۔بحول اللہ تعالی و قوتہ۔ کہتا ہے:

یقینا اصل الاصول کتابِ الہی ہے۔ لیکن پروفیسر صاحب اتنے بلند بانگ دعووں پہ نہ

جائیں۔ ایک حدیث کا ترجمہ کرنا تو آتا نہیں اور دعوے ایسے کر رہے ہیں جیسے امام ابو حنیفہ کے سگے بیٹے ہوں۔

إِنَّ الكَذُوبَ قَدْ يَصْدُقُ:

برائے نام سعید صاحب نے کہا:

ولایت صرف اسی کو ملے گی جو ان چاروں کا وفادار ہو گا۔ ان چاروں میں سے کسی ایک کا بھی گستاخ ہو گا قطعاً ولایت کے درجے پر نہیں پہنچ سکتا۔

بندہ بحول اللہ تعالی و قوتہ کہتا ہے:

حق ہے۔ اس پہ ہمارا ایمان ہے۔

اصل گستاخ سعید اسعد ہے:

برائے نام سعید نے کہا:

شاہ جی خدا کے لیے آپ صحابہ کی مخالفت چھوڑ دیجیے اشاروں کنایوں میں۔ صحابہ کو یا تو رضی اللہ عنہ کہنا چھوڑ دیجیے۔ سیدھا سیدھا شیعوں کی صف میں شامل ہو جایئے۔ وگرنہ ہمارے اندار رہ کر اس طرح کی باتیں نہ کیجیے۔

بندہ بحول اللہ تعالی و قوتہ کہتا ہے:

حضرت قبلہ شاہ جی کا قصور "ناصبیت سے پاک سنیت" ہے۔ یہی وہ جرم ہے جس کی ناصبیوں کے ہاں نہ ضمانت ہے۔ نہ معافی۔

ورنہ اگر بات صحابۂ کرام کی ہوتی تو کیا حضرت سیدنا مولائے کائنات مولا علی صحابی نہیں ہیں ؟؟؟

پروفیسر سعید اسعد بھی انہیں چوتھا تو مانتا ہے۔ پھر حضرت سیدنا عمار بن یاسر کے قتل کا

ذمہ دار مولائے کائنات کے لشکر کو بنا کر مولائے کائنات کو "رئیس الفئۃ الباغیۃ" نہ ٹھہراتا۔

لیکن کہتے ہیں کہ چور جب چور ہونے کے ساتھ ٹھگ بھی ہو تو پھر وہ گواہ کو چور ٹھہرا دیتا ہے۔ وہی حالت ہے پروفیسر صاحب کی۔ سیدنا مولائے کائنات کے بارے میں اشارۃً اور سیدنا امام حسن کے بارے میں صراحۃً گستاخی کا مرتکب ہونے کے باوجود صحابہ کی گستاخی کا الزام سید ریاض حسین شاہ جی پہ لگا رہے ہیں۔

خلاصۂ گفتگو:

قارئینِ کرام!

آپ نے حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی کی گفتگو کو بھی ملاحظہ کیا اور اس گفتگو کی صداقت و حقانیت کو بھی پہچانا۔

پھر خاندانِ رسول ﷺ کے بغضی پروفیسر سعید اسعد صاحب کی دھوکہ بازی، بدنیتی اور پیچ پن کا بھی ملاحظہ کیا۔

آپ نے دیکھا کہ وہ باتیں جو حضرت قبلہ سید ریاض حسین شاہ جی کی گفتگو میں اشارۃً کنایۃً کسی لحاظ سے موجود نہیں، انہیں قبلہ شاہ جی کے ذمے لگا کر عوام کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو موصوف کے "سعید برائے نام" اور "شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ" یعنی زیرِ فلک بدترین مخلوق ہونے میں کوئی شک باقی نہ ہو گا۔

حرفِ آخر:

"گھریا گھاٹ کوئی ایک پہچان لیں" کے منظرِ عام پر آتی ہی مجھے یقین ہو گیا تھا کہ پروفیسر سعید اسعد صاحب برائے نام سعید ہیں۔ لیکن پھر بھی بندہ نے "مشتے نمونہ از خروارے" کی تصنیف کی۔ اور اب "برائے نام سعید" کی تصنیف کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ: زیرِ نظر رسالہ اور اس سے قبل منظرِ عام پہ آنے والے مذکورہ بالا دونوں رسالوں میں پروفیسر سعید اسعد پہ لگائے گئے الزامات کے حل کے لیے:

بندہ پروفیسر سعید اسعد کو تحریری مناظرہ کی دعوت دیتا ہے۔

"تحریری" اس لیے کہ:

اولاتو: پاکستان میں مناظرے کا مروج اسلوب، مناظرہ کم اور فتنہ فساد زیادہ ہوتا ہے۔ جس کی بنیاد پر کئی قانونی بندشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور بندہ فتنہ فساد نہیں چاہتا بلکہ احقاقِ حق چاہتا ہے، لہذا معروضی حالات میں جو ذریعہ احقاقِ حق میں بہتر ہو اس کو ترجیح دیتا ہے۔

ثانیا: تقریری مناظرہ میں بعض اوقات مناظر کو بروقت کوئی دلیل یا کسی دلیل کا جواب مستحضر نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے عوامی عدالت میں اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن تحریر کے لیے اسے بہت سے لوگوں سے مشورہ اور ان سے مدد لینے کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

اور بندہ پہلے واضح کر چکا کہ بندہ کا مقصود کسی کو ناحق گرانا نہیں بلکہ احقاقِ حق ہے۔ لہذا بندہ پروفیسر سعید اسعد صاحب کو یہ سہولت دینا چاہتا ہے کہ وہ تقریر کے بجائے تحریر

کے میدان میں آئیں تا کہ وہ اپنے شاگردوں اور ہم فکروں سے بآسانی مدد حاصل کر سکیں۔

ثالثا:

تحریر کی عمر تقریر سے زیادہ ہے۔لہذا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ تحریر "ناصبیت کی شکستِ فاش" کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں کردار ادا کر سکے۔ برخلاف تقریر کے۔ کیونکہ اس کی عمر تو انتہائی کم ہے۔

رابعا اور سب سے اہم ترین یہ کہ:

بندہ کئی بار آزما چکا ہے کہ ناصبی ٹولہ تقریری مناظرہ کے لیے میدان میں اترتا ہی نہیں۔ سوائے زبانی جمع خرچ اور چند اوباشوں کے فسادات کے اس ٹولے کے پاس میدانِ مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔

لہذا اس بار تقریر کے بجائے، اس امید پر تحریر کی دعوت دی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بحثیں کسی منطقی انجام تک پہنچ پائیں۔ حق پہلے بھی واضح ہے لیکن جو لوگ حق پر پردہ ڈال کر باطل کو قوت دینا چاہ رہے ہیں، ان کی حقیقت بھی عوام کے سامنے آشکار ہو جائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد چمن زمان نجم القادری

09 جمادی الثانیہ 1444ھ

30 دسمبر 2022ء